الھدیٰ (213)

سورۃ النساء (آیات 78 تا 80)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ حَسَنَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ
مِنۡ عِنۡدِکَ ؕ قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا ﴿۷۸﴾ مَاۤ اَصَابَکَ مِنۡ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ۫ وَمَاۤ اَصَابَکَ مِنۡ سَیِّئَۃٍ فَمِنۡ
نَّفۡسِکَ ؕ وَاَرۡسَلۡنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ﴿۷۹﴾ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ﴿۸۰﴾

''(اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں رہو موت تو تمہیں آ کر رہے گی' خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو۔ اور ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمد ﷺ تم سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے۔ کہہ دو کہ (رنج وراحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟ (اے آدم زاد) تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامتِ اعمال کی) وجہ سے ہے۔ اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اس بات کا) اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔ اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر تمہیں ہم نے اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

منافقین قتال سے ڈرتے تھے۔ قتال سے جی چرانے کا اصل سبب موت کا خوف تھا' جو ان کے اندر موجود تھا۔ چنانچہ یہاں اس بات کو یہ کہہ کر کھولا جا رہا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تو تمہیں آ لے گی' خواہ تم مضبوط قلعوں کے اندر اپنے آپ کو محصور کر لو۔

منافقین کا ایک اور طرزِ عمل یہ تھا کہ اگر مسلمانوں کو کوئی اچھی چیز مل جاتی' خیر کی خبر آتی' فتح ہو جاتی' حضور ﷺ کی تدبیر کے بہترین نتائج سامنے آتے تو اسے حضور ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ یہ تو اللہ نے بڑا کرم کیا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو کہتے کہ اے محمد ﷺ یہ آپؐ کی وجہ سے ہوا' کیونکہ آپؐ نے غلط اقدام کیا۔ فرمایا: اے پیغمبرؐ کہہ دیجئے یہ سب چیزیں خیر ہوں' شر ہوں' آسانی ہو یا مشکل ہو سب ہی اللہ کی طرف سے ہیں۔ پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں۔ ان کی مت بالکل ماری جا چکی ہے۔ دیکھو جو بھی بھلائی تمہیں ملتی ہے تمہیں یہی کہنا چاہیے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اگرچہ خیر بھی اللہ کی طرف سے ہے اور شر بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ لیکن انسان کے لیے ادب اسی میں ہے کہ جب خیر ملے تو اُسے اللہ کا فضل سمجھے اور اگر کوئی خرابی ہو جائے تو اُسے اپنی غلطی یا کوتاہی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی تادیب فرمانی چاہی ہے۔ ان منافقین کا حال تو یہ ہے کہ اگر کوئی خیر مل جائے تو اُسے اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اگر کوئی برائی آ جائے تو اے نبی ﷺ یہ اُسے آپؐ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ یہ کیسی بات کہہ رہے ہیں! اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے' اور اللہ تعالیٰ کافی ہے گواہ کے طور پر اور مددگار کے طور پر۔

جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ یہاں جماعتی زندگی کا ایک اہم اصول بیان ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جنگ کے موقع پر سپہ سالار ہوتے تھے میسرہ' میمنہ' قلب' عقب وغیرہ پر اور بھی چھوٹے کمانڈر ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح نبی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے کمانڈر کی اطاعت بھی نبی کی اطاعت ہے' کیونکہ انہیں نبی ﷺ نے ہی مقرر کیا ہے اور یہ بات ڈسپلن کے لیے بہت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے معین کردہ امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ کوئی جماعت ہو یا کوئی لشکر اُس میں مختلف ranks ہوں گے' cadre ہوں گے' تو سمع وطاعت کی یہ زنجیر اسی طرح چلتی چلی جائے گی۔ اور اے نبی ﷺ جو اس طرزِ عمل سے روگردانی کرے گا' وہ خود ہی اللہ کے ہاں جا کر سخت محاسبے کا سامنا کرے گا۔ آپؐ کی ذمہ داری صرف یہی ہے کہ آپ حق ان تک پہنچا دیں اور حجت پوری کر دیں۔ آپؐ کو ہم نے اُن پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔

فرمانِ نبویؐ

منہ پر تعریف کرنا

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: ((سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَیُطْرِیْہِ فِی الْمَدْحِ' فَقَالَ: اَھْلَکْتُمْ اَوْقَطَعْتُمْ ظَھْرَ الرَّجُلِ)) (متفق علیہ)

جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سنا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے منہ پر بہت مبالغہ کے ساتھ اس کی تعریف کر رہا ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے تو اسے ہلاک کر ڈالا' یا فرمایا کہ تم نے تو اس کی کمر توڑ ڈالی۔''

چونکہ مبالغہ حقیقت کے خلاف ہوتا ہے لہٰذا اسلامی اخلاق میں مبالغے کی گنجائش نہیں۔ مبالغہ کرنے والا شخص غلط تعریف کرتا ہے اور جس کی تعریف کی جاتی ہے اُسے غلط فہمی میں مبتلا کر کے گناہ کا کام کرتا ہے۔

دارالمطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 9-12-05
36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

جناب صدر! پرویز نہیں، مشرف بنیں

''موجودہ وقت میں امتِ مسلمہ کو دوسری تہذیبوں اور قوموں کے ساتھ ٹکراؤ کے بجائے روشن خیالی اور رواداری اپنانے کی ضرورت ہے۔ اسی میں ہماری بقا اور ترقی ہے۔ مکہ مکرمہ میں ہونے والا او آئی سی اجلاس غیر معمولی اجلاس ہے اور سابقہ اجلاس کی نسبت انتہائی اہم ہے۔ یہ ایسے وقت ہو رہا ہے جب مسلم امہ مختلف مسائل اور بحرانوں میں گھری ہوئی ہے۔ اس اجلاس میں اسلامی تنظیم میں اصلاحات نافذ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ بھی کیا جائے گا۔''

ان خیالات کا اظہار صدر پرویز مشرف نے کویت ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ صدر کے اس اظہار خیال سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں: ایک یہ کہ آج امتِ مسلمہ اور دوسری اقوام یا تہذیبوں کے مابین جو محاذ آرائی اور تصادم کی فضا بنی ہوئی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ امتِ مسلمہ روشن خیال نہیں ہے اور نہ ہی اُس میں رواداری پائی جاتی ہے۔ او آئی سی میں اصلاحات نافذ کرنے کی جو بات اُنہوں نے کہی ہے وہ اِس پس منظر میں یہ تاثر دیتی ہے کہ ایسی اصلاحات کی جائیں جس سے امتِ مسلمہ میں روشن خیالی اور رواداری inject کی جاسکے۔ یوں تو صدر صاحب کے اکثر فرمودات قوم کے لیے حیران کن ہوتے ہیں لیکن یہ بیان تو خاصا پریشان کن بھی ہے۔ اصولی طور پر اُنہوں نے امتِ مسلمہ کے خلاف F.I.R کٹوائی ہے۔ بقول اُن کے موجودہ محاذ آرائی اور تصادم کا باعث امتِ مسلمہ کا روشن خیال اور روادار نہ ہونا ہے۔ ہم جنرل مشرف سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اُن کے نزدیک روشن خیالی اور رواداری کی تعریف کیا ہے۔ علاوہ ازیں امتِ مسلمہ اور مغربی تہذیب کے مابین تصادم کا اصل ذمہ دار کون ہے؟

دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ اور سویت یونین دو ہم پلہ سپر قوتیں بن کر ابھریں۔ سویت یونین ایک لادین مملکت تھی۔ امریکہ نے سویت یونین کو نیچا دکھانے اور خود سپریم قوت بننے کے لیے سویت یونین کے خلاف مذہب پسندوں کا عالمی اتحاد قائم کیا۔ مسلمان اِس اتحاد کا ہراول دستہ بنے۔ اِس اتحاد نے بالآخر سویت یونین کو شکست و ریخت سے دوچار کر دیا اور کمیونزم کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ امریکہ نے فوراً آنکھیں بدلیں اور اپنی حلیف امتِ مسلمہ کو اپنا حریف قرار دے دیا اور محاذ آرائی کا آغاز ہو گیا۔ پھر نائن الیون کا ڈرامہ رچایا گیا اور مسلمانوں کے خلاف جنگی کارروائیوں کا آغاز کر دیا گیا' باقاعدہ کروسیڈ کا لفظ استعمال کیا اور مسلم ممالک عراق اور افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ہم جنرل صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا مفاد پرستی اور مطلب براری روشن خیالی کی کوئی قسم ہے۔ کیا ابوغریب اور گوانتاناموبے میں جنگی قیدیوں سے ہونے والے غیر انسانی سلوک کو آپ کی پسندیدہ مغربی تہذیب میں رواداری کہا جاتا ہے؟ جنگی قیدیوں کے منہ پر پیشاب کرنا' اُنہیں جنسی تشدد کا نشانہ بنانا' اُن پر کتے چھوڑنا' اُن کی مقدس کتابوں کو غلاظت گاہوں میں پھینکنا جیسی حرکات جن سے انسانیت شرمندہ ہوئی' اُنہیں آپ امت مسلمہ کے لیے قابل تقلید قرار دے رہے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی قبیلے جنگی ضابطوں کا احترام کرتے تھے۔ روشن خیال امریکہ نے عراق اور افغانستان کے خلاف ممنوعہ فاسفورس استعمال کیا جس سے شہریوں میں مختلف قسم کی بیماریاں پھیل رہی ہیں۔

جنرل صاحب! یہ ہے مبینہ ''مہذب'' قوموں کی یہ سیاسی اور عسکری ''روشن خیالی''۔ آپ کے ان آقاؤں کی سماجی روشن خیالی بھی جس کی بنیاد فحاشی اور عریانی پر ہے' صحیح معنوں میں ننگ آدمیت ہے۔ نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے عورت کو نچاؤ' اُسے ذریعہ معاش بناؤ' ماڈلنگ کے نام پر عورت کے ایک ایک عضو کا حُسن فروخت کرو' پھر مساوات مرد و زن کا نعرہ لگا کر اُسے بیل کی طرح گاڑی میں جوت دو' اور اُس کی کفالت سے بھی آزاد ہو جاؤ۔ شادی بیاہ غیر ضروری بندھن ہیں' جانوروں کی طرح جہاں چاہو جیسے چاہو منہ مارو اور اس دنیا کو ایسا گھنا جنگل بنا دو کہ بہن بھائی اور باپ بیٹی کے رشتے کی حرمت بھی ختم ہو جائے۔ (باقی صفحہ 17 پر)

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 — 8 تا 14 دسمبر 2005ء — 5 تا 11 ذوالقعدہ 1426ھ — شمارہ 45

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

تیسری غزل

(بالِ جبریل، حصہ دوم)

وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں
خدا مجھے نفسِ جبرئیل دے تو کہوں

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیٔ افلاک میں ہے خوار و زبوں

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی!
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناں گوں!

عجب مزا ہے مجھے لذتِ خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں

ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیٔ شوق
نہ مال و دولتِ قاروں، نہ فکرِ افلاطوں!

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریّت کی زد میں ہے گردوں!

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں!

علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں!

اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اسی کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیحوں!

1۔ اقبال کہتے ہیں کہ عشق نے تمام اسرارِ کائنات مجھ پر واضح کر دیئے ہیں، لیکن الفاظ کے ذریعے سے اِن کا اظہار بہت دشوار ہے، اس لیے میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے "نفسِ جبریل" عطا فرما دے، تاکہ میں وہ اسرار و رموز واضح طور پر دل نشین انداز میں دنیا کے سامنے بیان کر سکوں۔ "نفسِ جبریل" کی تخصیص اس لیے ہے کہ ملائکہ میں حضرت جبریل ہی اللہ کا پیغام (کلام) رسولوں تک پہنچاتے رہے ہیں۔

2۔ اُن نجومیوں کی کارکردگی پر طنز ہے جو ستاروں کے حساب سے لوگوں کی تقدیر اور اُن کے احوال کے بارے میں انکشافات کا دعویٰ کر کے محض مادّی مفادات حاصل کرتے ہیں۔ اقبال کا کہنا ہے کہ ستارے تو خود آسمانوں کی پہنائیوں میں سرگرداں رہتے ہیں۔ انہیں تو خود ہی اپنے وجود کے بارے میں کسی طرح کا علم نہیں، تو پھر دوسروں کے مقدر کا انکشاف اُن کے ذریعے کیسے ممکن ہے؟

3۔ اقبال فلسفۂ حیات کے بارے میں استفسار کرتے ہیں اور خود ہی اس کا جواب بھی دیتے ہیں کہ اگر یہ پوچھا جائے کہ زندگی کی اصل حقیقت کیا ہے تو اس کا سادہ سا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ انسانی فکر و عقل کا رشتہ یقین و ایمان کے ساتھ اُستوار نہ ہو تو خود انسانی شخصیت اور اُس کی رُوحانی قوت منتشر ہو کر رہ جاتی ہے۔

4۔ یہ کس قدر دلچسپ معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ نے خود ہی مجھے وہ صلاحیت عطا کی ہے کہ اپنی ذات اور اپنے وجود کو شناخت کر سکوں۔ اس کے بعد یہ امر کس قدر عجیب و غریب ہے کہ مجھ سے یہ توقع بھی کی جاتی ہے کہ اپنی ذات اور اپنے وجود کو فراموش کر بیٹھوں۔ اقبال کہنا یہ چاہتے ہیں کہ خودی کی لذت اور دوسری چیزوں کی لذت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو آپے سے باہر یعنی بے خود کر دیتی ہیں، لیکن خودی کی لذت کا نتیجہ بالکل برعکس ہے، یعنی انسان بے خود نہیں ہوتا، بلکہ اگر کسی کو یہ لذت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ شعور اور جوش کے لحاظ سے مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

5۔ جس شخص کو خودی کی نعمت حاصل ہو جاتی ہے، وہ بے خود نہیں ہو سکتا، بلکہ اُس کا قلب منور اور پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ اُس کی نگاہ میں بلندی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ عشقِ الٰہی سے سرشار ہو جاتا ہے۔ نہ اُس کی نظر میں قارون کے خزانوں کی کوئی وقعت باقی رہتی ہے اور نہ وہ حقیقت شناسی کے لیے فلاسفہ اور حکماء کے افکار کا محتاج ہوتا ہے۔

6۔ رسول کریم ﷺ کے واقعۂ معراج سے اقبال نے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ "بشر" کائنات کی تسخیر کر سکتا ہے اور زمان و مکاں پر غالب آ سکتا ہے۔

7۔ "کُن فیکون" سورہ آلِ عمران کی آیت 46 سے ماخوذ ہے۔ ((اِذَا قَضٰٓی اَمراً فَاِنَّمَا یَقُوْ لُ لَہٗ کُنْ فَیَکُون)) یعنی "جب اللہ کسی امر کا فیصلہ کر دیتا ہے تو اُسے کہتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔ اِس شعر میں اقبال نے اِس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلامی زاویۂ نگاہ سے اللہ کائنات کو پیدا کر کے اُس سے بے تعلق نہیں ہو گیا، بلکہ تخلیق کا عمل برابر جاری ہے۔ اس کی تائید سورۂ رحمٰن کی آیت 29 سے بھی ہوتی ہے۔ ﴿کُلَّ یَومٍ ھُوَفِی شَان﴾ اللہ ہر لحظہ نئی جلوہ گری میں مصروف رہتا ہے۔

8۔ کہتے ہیں، اے مسلمان، مغربی تعلیم نے تجھے روحانیت اور تقویٰ سے معرا کر دیا ہے، اور مغربی تہذیب نے تیرا زاویۂ نگاہ بالکل مادہ پرستانہ بنا دیا ہے، اس لیے تُو اُس عالم کا جو نظر سے نہاں ہے منکر ہو گیا ہے، یعنی ذاتِ باری تعالیٰ، ملائکہ، رُوح، وحی، عشق اور قلب اِن تمام حقائق میں تجھے شک و شبہ لاحق ہے، اس لیے میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ مرشدِ روم کی مثنوی کا مطالعہ کر۔

9۔ اقبال نے مرشد کی صحبت کی اہمیت کو اپنی ذاتی مثال سے واضح کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کی بناء پر صحبتِ مرشد کی اہمیت سے واقف نہیں ہو تو میری طرف دیکھو۔ میری نگاہ میں جو کچھ روشنی بھی پیدا ہوئی ہے، یہ کانٹ، ہیگل، نیٹشے اور برگساں کے مطالعے کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ مرشدِ رومیؒ کا فیضِ نظر ہے، اور میری شاعری (سبو) میں تم کو حقائق و معارف کا جو دریا (جیحوں) موجزن نظر آتا ہے، یہ سب اُسی مردِ خود آگاہ کی رُوحانی اور باطنی توجہ کا اثر ہے۔

منبر و محراب

سورۃ التین

انسانی شرف و امتیاز اور پستی و انحطاط کا بیان

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں' امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 2 دسمبر 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(سورۃ التین کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:) حضرات! آج ہم سورۃ التین کا مطالعہ کریں گے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ مدنی سورۃ ہے' تاہم اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہ مکی سورت ہے' اور مکی دور کے بھی بالکل ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی' جبکہ جزا و سزا کے حوالے سے کفار کو جھنجوڑا جا رہا تھا کہ نادانو' تم سوچتے نہیں' کیا اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار اور نافرمان و سرکش بندوں کو برابر کر دے گا۔

اس سورت کے آغاز میں چار قسمیں ہیں۔ فرمایا:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ③﴾

یعنی "قسم ہے "التین" کی اور قسم ہے زیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر کی جو امن کا گہوارہ ہے"۔

اِن قسموں میں "التین" سے مراد انجیر ہے۔ زیتون وہی زیتون کا درخت ہے' جو معروف ہے۔ طور سینا' طور کا پہاڑ ہے' جس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ اور بلد امین سے مراد مکہ کی سرزمین ہے' جس میں جو شخص بھی جاتا ہے وہ محفوظ اور مامون ہو جاتا ہے۔ اسے کسی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

ان قسموں میں سے بعد کی دو قسموں میں مقامات کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ پہلی دو قسمیں دو پھلوں اور درختوں کی کھائی گئیں' تاہم ان میں بھی درحقیقت اشارہ مقامات ہی کی طرف ہے۔ چنانچہ بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ "تین" (انجیر) سے مراد وہ مقام ہے جہاں انجیر کے درخت بکثرت ہوتے ہیں۔ اور "الزیتون" جہاں زیتون کے درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ "تین" اور زیتون سے اشارہ شام اور فلسطین کی طرف ہے۔ امام حمید الدین فراہیؒ نے معین کیا کہ تین (انجیر) کے حوالے سے جس علاقے کا ذکر ہے یہ خاص طور پر وہ علاقہ ہے جو کردستان' عراق' شام اور کئی ممالک کے درمیان واقع ہے' جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی (کوہ جودی پر) آ کر ٹھہری تھی۔ اور یہی وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت آدم علیہ السلام پر برہنگی طاری ہوئی تھی' تو انہوں نے انجیر کے پتوں سے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ اس علاقہ میں انجیر کے درخت بکثرت ملتے ہیں۔

زیتون سے مراد Meditranian کا خطہ اور پورا بلاد فلسطین ہے۔ کیونکہ یہاں زیتون بکثرت ہوتا ہے۔ یہ پورا علاقہ بے شمار پیغمبروں اور رسولوں کا مسکن رہا ہے اور مدفن بھی ہے۔ ان پیغمبروں سے آخری حضرت مسیحؑ ہیں۔ چنانچہ ان کے وعظ میں جس پہاڑی کا ذکر ملتا ہے وہ بھی کوہِ زیتون ہے۔ لوقا کی انجیل میں بھی اس کو کوہِ زیتون کہا گیا ہے۔ گویا ان چار مقامات کے حوالے سے دراصل چاروں عظیم الشان' جلیل القدر پیغمبروں کا ذکر ہے۔ التین کے حوالے سے حضرت نوحؑ' زیتون کے حوالے سے حضرت عیسیٰؑ اور طور سینین کے حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بلد امین کی نسبت سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا بیان ہوا ہے۔

اگلی آیت میں اُس بات کا ذکر ہے' جس پر قسم کھائی جا رہی ہے۔ فرمایا:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ④﴾

یعنی "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے"۔

یہ روشن مینار' اولوالعزم من الرسل اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت' احسن تقویم بنایا اور اسے دوسری تمام مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا⑦﴾ یعنی "ہم نے انہیں (انسانوں کو) اپنی مخلوقات میں سے اکثر پر فضیلت دی ہے"۔ تکریم انسانی کا مظہر یہ بھی ہے کہ انسان کو مسجود ملائک بنایا ہے۔

انسان کے دو پہلو ہیں: ایک ظاہری اور مادی پہلو ہے اور دوسرا باطنی اور روحانی پہلو۔ ظاہری پہلو کے اعتبار سے احسن التقویم کا مظہر یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو بہت موزوں اور متناسب صورت میں بنایا ہے۔ بہت سے مفسرین نے ذکر کیا کہ اس دنیا میں جو مخلوقات ہیں' انہیں اوندھا پیدا کیا گیا۔ ان کا سر نیچے کی طرف ہے' جیسے چوپائے وغیرہ۔ لیکن انسان کو سیدھا خلق کیا گیا ہے۔ انسان کی ظاہری صورت اور جسمانی ساخت کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے تخلیق فرمایا۔ چنانچہ سورۂ ص میں ابلیس کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ط...... ﴾ (ص:75) یعنی "اے ابلیس تجھے کس چیز نے روک دیا کہ تو سجدہ کرے اُس کو جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا"۔ پس انسان اللہ تعالیٰ کے سلسلہ تخلیق کا ماسٹر پیس اور شاہکار ہے۔

انسانی عظمت کا دوسرا مظہر روحانی ہے۔ انسان کے مادی جسم میں روح ڈالی گئی جو کہ اللہ کا حکم ہے۔ فرمایا:

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا⑧⑤﴾ (بنی اسرائیل:85)

یعنی "یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں' کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے اور (تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اِس لیے کہ) تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے"۔

> **انسان روح اور جسم کا مرکب ہے۔ اگر وہ اپنی اصل فطرت پر قائم رہے' روح کو تقویت پہنچائے اور خیر و بھلائی کا راستہ اختیار کرے تو اس کا مقام فرشتوں سے بھی بڑھ کر ہے**

اب جسم اور روح کا مرکب انسان اگر اپنی اصل پر ہی قائم رہے' روح کو تقویت پہنچائے' اور اپنے لیے خیر اور بھلائی کا راستہ منتخب کرے تو اس کا مقام فرشتوں سے بھی بڑھ کر ہے۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

لیکن اگر اس کے برعکس راستہ اختیار کرے' خودغرضی' مفاد پرستی' وعدہ خلافی' بیوفائی' بے رحمی' حیوانیت اور درندگی کی روش اپنائے تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ⑤﴾

''پھر ہم نے اس کو لوٹا دیا' نچلوں میں سب سے نیچے''۔

بعض علماء کے نزدیک اسفل السافلین سے مراد وہ لوگ ہیں جو جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔ درکِ اسفل جہنم کا ایک مقام ہے' جہاں منافقین ہوں گے' اس کا ذکر قرآن حکیم میں بایں الفاظ آیا ہے: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ o﴾: (النساء: 145) یعنی ''منافقین جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے''۔

بعض دوسرے مفسرین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو احسن التقویم بنایا مگر جب وہ اپنے مقصد زندگی کو فراموش کر دیتا ہے اور اعلیٰ انسانی کردار سے روگردانی کرتا ہے تو وہ حیوانیت اور بہیمیت کی سطح سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ''اس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کا۔ پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے۔'' (بحوالہ تفسیر عثمانی) یہ گویا انسان کا دوسرا پہلو ہے۔ انسان میں حیوانی تقاضے بھی ہیں۔ ان کا جھکاؤ پستی کی طرف ہے۔ جیسے حیوانات میں جبلتیں ہیں' اسی طرح انسان میں بھی جبلتیں ہیں۔ مثلاً حیوانات کی طرح انسان میں بھی عیاری' چاپلوسی' مکاری' حرص و طمع' غصہ' انتقام اور کینہ ہوتا ہے۔ یہ جبلتیں کسی قاعدے قانون یا ضابطے کی پابند نہیں ہیں۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ ان جبلتوں پر کنٹرول کرے۔ تب ہی اسے حقیقی فوز و فلاح حاصل ہوگی اور جنت ملے گی۔ اگر ان جبلتوں کو کنٹرول نہ کیا جائے تو انسان حرص و ہوا کا بندہ بن جاتا ہے۔ پھر اس کی زندگی انسانوں والی نہیں' حیوانوں کی سی ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ درندوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کینے میں اونٹ سے بڑھ جاتا ہے اور درندگی میں بھیڑیے کو بھی مات دے دیتا ہے۔ حیوانوں کی درندگی بڑی محدود ہوتی ہے مگر جب انسان درندگی پر آتا ہے' تو اپنی ساری صلاحیتوں اور قوتوں کا رخ شیطنت' درندگی اور وحشت کی طرف موڑ دیتا ہے اور پوری کی پوری قوموں کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ......﴾ یعنی ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے۔'' اشرف المخلوقات انسان اگر اپنے آپ کو مقام بلند پر فائز رکھنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ ایمان کی دولت سے بہرہ مند ہو اور اعمال صالحہ کو بجا لانے والا ہو۔ یہی مضمون سورۃ العصر میں زیادہ تفصیل سے آیا ہے' جہاں فرمایا گیا کہ انسان ہمیشہ خسارے اور نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے' انہوں نے نیک اعمال کیے' حق کی وصیت کی اور صبر کی تلقین کی۔

انسان کو جنت گم گشتہ حاصل کرنے کے لیے سخت محنت اور شعوری "Effort" درکار ہے' کیونکہ ایمان اور عمل صالح کی شاہراہ پر چلتے ہوئے انسان کی راہ میں خود اس کا نفس' بگڑا ہوا معاشرہ اور شیطان لعین رکاوٹ بنتے ہیں۔ ان رکاوٹوں کو عبور کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ یہ آسان کام نہیں ہے' تاہم اس کے بغیر نہ تو ایمان میں رسوخ حاصل ہوگا اور نہ ہی اعمال صالحہ میں ترقی ہوگی۔ یاد رہے کہ عمل صالح کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی چند نیک کام کر دے' کوئی ہسپتال بنا لے' یا کوئی سرائے قائم کر دے' بلکہ عمل صالح کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر معاملے میں صحیح راستہ' جو شریعت نے بتایا' اس پر چلے' اللہ اور رسول کے احکامات کے مطابق پر عمل کرے۔ عمل صالح میں اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح بھی شامل ہے۔ کیونکہ پورے معاشرے اور ریاست کی سطح پر بھی اللہ اور رسول کی مرضی چلنی چاہیے۔ چنانچہ شیطانی نظام کو جڑ سے اکھاڑنا اور رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے لیے جدوجہد ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ یہی خیر کا راستہ ہے' جو احسن تقویم کے مقام بلند پر برقرار رکھنے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے والا ہے۔

خیال رہے کہ اگر کوئی شخص اس راستے پر چل رہا ہو تو بھی اسے لاپرواہ نہیں ہونا چاہیے' بلکہ انتہائی محتاط رہنا چاہیے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان فرشتوں سے بلند مقام حاصل کرنے کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے لیکن نفس کی شرارت اور شیطان کے ورغلانے سے پستیوں کو پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ حق کے راستے پر چلتے ہوئے آدمی کو اگر یہ احساس ہو کہ میں شیطان کے حملوں سے محفوظ ہو گیا ہوں' تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شیطان کے جال میں پھنس چکا ہے۔ لہٰذا زندگی کے آخری سانس تک اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اے پروردگار مجھے صراط مستقیم پر قائم رکھ۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایک شخص کا تذکرہ آتا ہے۔ اسرائیلی روایات کے مطابق اس کا نام بلعم بن باعوراء تھا۔ وہ بہت بڑا عالم اور صاحب تصرّف درویش تھا۔ مگر بعد میں اللہ کی آیات کو چھوڑ کر عورت اور دولت کے لالچ میں حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں ناپاک تدبیریں کرنے لگا اور حق سے منہ موڑ لیا۔ سورۃ الاعراف میں اس شخص کے تذکرہ میں فرمایا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ⑰ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ......﴾ (آیت: 176,175)

یعنی ''اور سنا دے ان کو حال اس شخص کا جس کو ہم نے دی اپنی آیتیں' پھر ان کو چھوڑ نکلا' پھر اس کے پیچھے لگا شیطان تو ہو گیا گمراہوں میں۔ اگر ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ان آیتوں کی بدولت لیکن وہ تو ہو رہا زمین کا' اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے (یعنی خواہشات کا غلام بن گیا)۔ تو اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا ہو' کہ اگر اس پر تم بوجھ لا دو تو بھی ہانپے اور چھوڑ دو تو بھی ہانپے''۔

بلعم بن باعوراء کے اس واقعے میں ہمارے لیے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر عبرت کا سامان ہے۔ ہم نے یہ مملکت خداداد اسلام کے نام پر حاصل کی تھی۔ ہم نے دعائیں مانگی تھیں اور اللہ تعالیٰ سے قول و قرار کیا تھا کہ اے اللہ ہندوؤں کے ساتھ رہتے ہوئے ہم اپنے دین پر پورے طور پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے' اگر تو ہمیں الگ خطۂ زمین عطا فرما دے تو ہم اسے صحیح معنوں میں اسلام کا نمونہ بنا دیں گے۔ قرآن و سنت کو اس کا دستور بنائیں گے۔ چنانچہ اللہ نے ہمیں ایک آزاد مملکت عطا فرما دی۔ یہی نہیں اللہ نے ہمیں بونس کے طور پر ایٹمی طاقت بھی بنا دیا' لیکن ہم نے اپنے وعدے وفا نہ کیے۔ اگر غور کیا جائے تو ہم نے بلعم بن باعورا کا کردار ادا کیا۔

پاکستان کو قائم ہوئے ساٹھ برس ہو گئے۔ ہم نے آزادی کے تمام عرصے میں نظریۂ پاکستان سے روگردانی کی روش اپنائے رکھی۔ ریاستی سطح پر آئین میں قرآن و سنت کی بالادستی کی شق شامل ہونے کے باوجود قرآن و سنت کی بالادستی قائم نہیں کی بلکہ اللہ کے احکامات کو بازیچۂ اطفال بنائے رکھا۔ اللہ کا شکر بجا لانے کی بجائے' ہم نے اللہ کے ساتھ محاذ آرائی کی روش اختیار کی' اللہ اور رسول سے جنگ چھیڑ لی۔ ہمارے حکمرانوں کو کوئی تامل نہیں کہ طالبان پالیسی میں یوٹرن لے لیں' کشمیر پالیسی بدل لیں' جہاد کی تعریف سے منحرف ہو جائیں' اسلامی اقدار سے مستعفی ہو جائیں' لیکن سودی معیشت کی جنگ جو اللہ اور رسول کے خلاف چھیڑ رکھی ہے' اس کو چھوڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ہم نے وہ معاشرت جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عطا

ہم نے ساٹھ سال اس انداز میں گزارے کہ قرض کی مے پیتے رہے۔ اب ڈونرز کانفرنسیں بلا رہے ہیں۔ کشکولِ گدائی لے کر پھر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے اپنی عیاشیوں اور اللّے تللّوں میں کوئی کمی کی ہے۔ اگر نہیں' تو پھر عوام کو بے وقوف کیوں بنایا جا رہا ہے

کی تھی اس کو چھوڑ کر ہندوانہ تہذیب وتمدن اور مغربی ثقافت کو اپنا لیا۔ دوسرے لفظوں میں ہم نے شیطانی تہذیب کو اختیار کیا اور بڑھ چڑھ کے ساتھ اُسے فروغ دے رہے ہیں۔ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے اس ملک میں اسلام کے ساتھ یہ سلوک اللہ کے ساتھ بے وفائی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس وعدہ خلافی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم سے حقیقی آزادی چھن چکی ہے۔ ہمارے فیصلے استعماری قوتیں کر رہی ہیں۔ اب تو صورت یہ ہے کہ گویا ہمارا ملک امریکی چراگاہ بنا ہوا ہے۔ آخر نیٹو کی افواج کس سے پوچھ کر یہاں آئیں' کس اصول پر آئیں' کسی کو معلوم نہیں۔ کوئی بات واضح نہیں ہے۔ صرف دو چار افراد تمام پالیسیاں بنا رہے ہیں۔ ہم نے ساٹھ سال اس انداز میں گزارے کہ قرضے کی مے پیتے رہے۔ اپنی عیاشیوں اور اللے تللوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اب ڈونرز کانفرنسیں بلا رہے ہیں' کشکولِ گدائی لے کر پھر رہے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ ایمرجنسی کی کیفیت ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے اپنے اخراجات کم کیے ہیں' اپنی عیاشیوں میں رتی بھر کمی کی ہے؟ اگر نہیں تو عوام کو بے وقوف کیوں بنایا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے قومی جرائم کی سزا ہے۔ ان حالات میں نجات کی واحد راہ یہی ہے کہ ہم اپنا قبلہ درست کریں' اللہ سے توبہ کریں' ورنہ ہمارے حالات میں تبدیلی نہیں آئے گی' چاہے ہم کتنے ہی احتجاج کیوں نہ کر لیں' بلکہ اور زیادہ محکومی' غلامی اور صدمات کے شکنجوں میں جکڑے جاتے رہیں گے۔ یہ اللہ کی سنت ہے کہ اگر مسلمان قوم دین سے بے وفائی اور غداری کرے تو اسے دنیا میں بھی سزا ملتی ہے۔ دنیا میں مسلمان قوم کی خوشحالی' غلبے اور وقار کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور اسلام کی مکمل پیروی۔

آگے فرمایا: ﴿فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶﴾ یعنی ''ان کے لیے بے انتہا اجر ہے''۔ ایمان اور صالح کردار دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث ہے۔ اس سے آخرت کے عظیم خسارے سے بچنا ممکن ہے۔ جہنم سے بچنے کی یہی واحد راہ ہے۔ اگر انسان اس پر آ جائے تو اس کے لیے وہ اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ جنت کی وہ ابدی راحتیں اور دائمی آرام ہے کہ جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ تو آخرت کی حقیقی کامیابی ہے۔ دنیا میں بھی سربلندی' عزت و وقار ایسے شخص اور قوم کا مقدر ہوگی جو اس راستے کو اختیار کرے گی۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (سورۃ آل عمران:139) یعنی ''اگر تم واقعی مومن ہوئے تو تم ہی غالب اور سربلند رہو گے''۔

﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷﴾ اس کا ترجمہ کئی اعتبارات سے کیا گیا۔ اس کا ایک ترجمہ اس طرح ہے کہ ''(اے نبی) کیا چیز ہے کہ جو انہیں آمادہ کرتی ہے جزا و سزا کے دن کو جھٹلانے پر''۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جن قوموں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ سابقہ نافرمان قوموں پر آنے والے عذاب اور بے شمار واقعات اُن کے سامنے ہیں۔ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی یہ جزا و سزا کا انکار کرتے ہیں کہ کوئی روزِ محشر نہیں ہے' کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔

آخری آیت ہے: فرمایا:

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸﴾

''کیا اللہ ہی تمام حاکموں میں سب سے بڑا حاکم نہیں ہے''۔

کیوں نہیں! یقیناً اللہ ہی تمام حاکموں میں سب سے بڑا حاکم ہے' بلکہ اصل حاکم ہی وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی شہنشاہ ہے۔ شہنشاہ ارض والسموات ہے۔ حاکم کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے وفاداروں کو خلعتوں سے نوازتا ہے۔ اُن پر انعامات کی بارش ہوتی ہے اور جو حاکم سے بغاوت کرے اس کے لیے سخت ترین عبرتناک سزا ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کامیابی کا راستہ ایک ہی ہے' وہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت! چنانچہ جب تک ہم دین کو قائم نہیں کرتے اور جب تک ہم انفرادی سطح پر اپنے وجود پر' اپنے گھروں میں اجتماعی سطح پر اس کے غلبہ کی جدوجہد نہیں کرتے ہمارے لئے دنیا میں کوئی عزت و آبرو اور غلبہ و خوشحالی ہے اور نہ ہی آخرت میں اللہ کی طرف سے کامیابی کی کوئی گارنٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (حدیث نبوی ﷺ)

تاریخ داخلہ میں توسیع

اشتہار داخلہ

مطالعہ حدیث مراسلاتی کورس نمبر 8

دعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد آٹھویں مطالعہ حدیث مراسلاتی کورس کا آغاز فروری 2006ء سے کر رہی ہے۔ یہ کورس ایک سال دورانیے کا ہے۔ دین کے بنیادی عقائد و تعلیمات پر مشتمل یہ کورس مسلکی اور گروہی اختلافات سے صرف نظر کرتے ہوئے تیار کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ساٹھ فیصد نمبر حاصل کرنے والے شرکاء کو کورس مکمل کرنے پر دعوۃ اکیڈمی کی جانب سے ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔ یوں اس کورس کے ذریعے ہر عمر اور طبقے کے خواتین و حضرات' جو اردو لکھ پڑھ سکتے ہوں' گھر بیٹھے حدیث پاک کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

طریقہ داخلہ:

1۔ داخلہ فارم منگوانے کے لیے سادہ کاغذ پر ایک درخواست جوابی لفافہ زیر دستخطی کو ارسال کریں۔
2۔ داخلہ فارم و معلوماتی خط ویب سائٹ سے بھی (down load) حاصل کیا جاسکتا ہے۔
3۔ ہر لحاظ سے مکمل داخلہ فارم 31 دسمبر 2005ء تک جمع کروائے جاسکتے ہیں۔

فیس:

1۔ فیس اندرون ملک مبلغ تین سو روپے اور بیرون ملک ایک ہزار روپے ہے۔ جو بصورت بنک ڈرافٹ / منی آرڈر / پوسٹل آرڈر بنام دعوۃ اکیڈمی جمع کرائی جاسکتی ہے۔
2۔ نقد فیس اکاؤنٹس سیکشن' دعوۃ اکیڈمی میں جمع کرائی جاسکتی ہے۔
3۔ کسی بھی دوسرے طریقہ سے یا کسی اور پتہ یا شخص کے نام داخلہ فارم و فیس وصول نہیں کی جائے گی اور داخلہ نہ ملنے کی صورت میں شعبہ ہذا پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔
4۔ داخلہ فارم مع فیس ''اکاؤنٹ سیکشن' دعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (فیصل مسجد) اسلام آباد'' کے پتے پر ارسال کریں۔

نوٹ: جو خواتین و حضرات اس سے قبل مطالعہ حدیث کورس کر چکے ہیں وہ درخواست نہ دیں کیونکہ یہ انہی اسباق پر مشتمل کورس ہے۔

محمد احمد زبیری
انچارج شعبہ اسلامی مراسلات
دعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

پوسٹ بکس نمبر 1485 (فیصل مسجد) اسلام آباد۔ ٹیلی فون نمبر: 9261751/317 فیکس نمبر: 92-51-2261648
ای میل نمبر: icc@dawahacademy.org Website: www.dawahacademy.org

توبہ کی منادی کیوں؟

اہلیہ انصار احمد

زلزلے کو گزرے ہوئے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ یہ بات اب بھی زیرِ بحث ہے کہ یہ عذاب ہے یا آفت۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا ''ایمان'' ہے کہ ایک پتا بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا' تو زمین کی کیا ''مجال'' ہے کہ وہ اس کے حکم کے بغیر ایک انچ بھی ہل سکے۔ جو لوگ اس کے عذب اور تنبیہ کو جھٹلا رہے ہیں اور اس کے سوا کیا چاہتے ہیں کہ اسی طرح بے حیائی اور گناہوں میں ڈوبے رہیں' کہیں ان کا ضمیر نہ جاگ جائے اور ''اللہ کا خوف'' نہ پیدا ہونے پائے۔ قرآن حکیم میں فرمایا: ﴿بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝﴾ (القیامہ: 5) ''بلکہ انسان چاہتا ہے کہ وہ آگے بھی برائیاں کرتا رہے۔''

اس آیت کے آگے والی آیت میں فرمایا: ﴿يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝﴾ (القیامہ:6) ''وہ سوال کرتے ہیں کہ یہ قیامت کب آئے گی'' بھی ہمارے حال کی ترجمانی کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ قیامت کو جھٹلاتے تھے' اور ہمارے بھائی بھی آج اللہ کے عذاب کو جھٹلا رہے ہیں (حالانکہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں)۔ ان کا سوال یہ کہ اگر یہ عذاب ہے تو لاہور' کراچی اور اسلام آباد میں کیوں نہ آیا اور یہ کہ معصوم بچے اور نیک لوگ کیوں ہلاک ہوئے۔ عبرت حاصل کرنے اور اصلاحِ احوال کی توفیق نہ ان لوگوں کو نصیب ہو سکی تھی۔ اور نہ ہی بدقسمتی سے انہیں نصیب ہو رہی ہے۔ بلکہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

ایک نئی دلیل ہمارے ذہین و فطین ''کالم نگار'' یہ لے کر آتے ہیں کہ زلزلے تو مریخ و مشتری پر اور دوسرے سیاروں پر بھی آتے ہیں تو پھر وہاں کس کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ ع اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے خدا! اگر ان کی یہ دلیل مان لی جائے تو پھر ''جہنم کے عذاب'' کو بھی عذاب نہ کہا جائے گا (حالانکہ پورے قرآن کی شاید ہی کوئی ''سورۃ'' ہو جس میں عذاب جہنم کا ذکر نہ ہو) کیونکہ جلتی تو لکڑیاں بھی ہیں پھر ان کو کون سا عذاب دیا جاتا ہے' اور بے چارہ ''چولہا'' تو ہر وقت ہی جلتا رہتا ہے' اس نے کون سا گناہ کیا ہے۔ بے چاری ''پتیلیاں'' ان سے کون سا جرم ہوا ہے جو وہ وقتاً فوقتاً چولہے میں جلتی ہیں۔ پانی' گوشت' سبزیاں' انڈے' دالیں آخر یہ سب کس گناہ کی پاداش میں آگ اور گرم پانی کے درمیان گھومتے رہتے ہیں۔ اور بے چارہ ''آٹا'' کس جرم میں گرم گرم توے پر ڈالا جاتا ہے کہ

جناب یہ بھی سوچئے' کبھی ان سیاروں پر آنے والے زلزلوں پر آپ نے کبھی ڈیڑھ سطر بھی افسوس کی لکھی ہے جبکہ اس زلزلے پر ڈیڑھ مہینہ گزر جانے کے باوجود دکھ' افسوس اور نقصانات کے تذکرے سے اخبارات و رسائل بھرے پڑے ہیں

بھی ایک سائیڈ کبھی دوسری سائیڈ' تین چار دفعہ اسے توے کی سیر کرائی جاتی ہے۔ پیارے ''ذہین'' بھائیو' کیا دیوار پر پتھر مارنا یا انسان پر پتھر مارنا' اپنے عمل' جرم اور نتائج کے لحاظ سے برابر ہو سکتا ہے۔ آپ دیوار پر پتھر ماریں کچھ نہیں ہوگا' زیادہ سے زیادہ کوئی آپ کو پاگل کہہ دے گا۔ لیکن یہی پتھر اگر آپ کسی انسان کے سر پر مارے تو آپ مجرم کہلائیں گے' کوئی بعید نہیں کہ آپ کو پولیس پکڑ کر لے جائے تو کیا آپ یہ کہنے سے چھوٹ جائیں گے کہ بھئی دیوار پر بھی تو مارا تھا انسان پر مار دیا تو کیا ہوا۔

جناب یہ بھی سوچئے' کبھی ان ''سیاروں'' پہ آنے والے زلزلوں پر آپ نے ڈیڑھ سطر بھی ''افسوس'' کی لکھی ہے' جب کہ اس زلزلے پر ''ڈیڑھ مہینہ'' گزر جانے کے بعد بھی' دکھ' افسوس اور اس کے نقصانات سے اخبارات و رسائل بھرے پڑے ہیں' کیا اب بھی آپ کے لیے ''یہ'' زلزلہ اور ''وہ'' زلزلہ برابر ہے۔ اور یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ زلزلہ ''فی نفسہٖ'' نقصان دہ نہیں ہوتا بلکہ اس لیے تکلیف دہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے عمارتیں اور اسکول وغیرہ گرتے ہیں' جن کی وجہ سے جانی و مالی نقصان ہوتا ہے' جبکہ دوسرے سیاروں میں یقینی طور پر یہ صورتِ حال نہیں ہوتی۔

میرے ''عاقل'' بھائیو' ویسے بھی عذاب صرف ''انسانوں'' اور ''جنوں'' کے لیے ہوتا ہے۔ بے جان تو کیا' دوسرے جاندار مثلاً جانور اور پودے بھی اللہ کے عذاب سے مستثنیٰ ہیں۔ اور یہ علماءِ دین جو بقول ایک ''کالم نگار'' کے عذاب' عذاب کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ اس کے انہیں کوئی ڈالر نہیں مل رہے' نہ ہی وہ کسی لالچ میں ایسا کر رہے ہیں' ان کا مقصد سوائے اس کے کیا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے دیئے ہوئے علم کے مطابق لوگوں کو ڈرا رہے ہیں کہ وہ توبہ کر لیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کر کے دین و دنیا میں ''فلاح'' حاصل کریں۔ جہاں تک بچوں اور نیک لوگوں کی ہلاکت کا تعلق ہے' تو ان شاء اللہ' انہیں آخرت میں اس کا ایسا اجر ملے گا کہ وہ خوش ہو جائیں گے اور موجودہ تکلیف کو بھول جائیں گے' جبکہ برے لوگ اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

رہی یہ بات کہ یہ عذاب صرف ان علاقوں میں کیوں آیا ہے' تو بات دراصل یہ ہے کہ یہ محض اللہ کے عذاب کی ایک ہلکی سی جھلک اس کی قدرتِ کاملہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ اور ہمارے لیے تنبیہ ہے۔ (تاکہ ہم ''توبہ'' کریں) کیونکہ موٹی سی عقل رکھنے والا بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر ایسا زلزلہ پہاڑی علاقوں کے بجائے بڑے شہروں میں آتا' اور اسی طرح 28,000 سے زیادہ مربع کلومیٹر میں آتا تو جانی و مالی نقصان کی شرح میں خوفناک حد تک اضافہ ہو جاتا' شاید ہماری معیشت ہی تباہ ہو جاتی' اور پہاڑی علاقوں والے اپنے خلوص کے باوجود وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اس طرح امداد نہ کر سکتے تھے' جس طرح شہری علاقوں نے کی ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ (اعتراضات اور بحث کے بجائے) اس واقعہ سے عبرت پکڑیں اور ''توبہ'' کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔ ورنہ اللہ کی پکڑ ان علاقوں بلکہ تمام علاقوں میں آ سکتی ہے' اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ ایک تجویز یہ بھی پیش کی جا رہی ہے کہ عمارتوں کو زلزلہ پروف بنایا جائے۔ اسباب اختیار کرنا منع نہیں۔ لیکن اس پر بھروسہ کرنا غلط ہے۔ توبہ اور اصلاحِ عمل بہر حال ضرور کرنی چاہیے' زلزلہ پروف عمارتیں اس کا نعم البدل نہیں ہیں۔ ورنہ جس وقت اللہ اپنی تدبیر فرمائے گا اس وقت آپ کی تدبیر مکڑی کا جال ثابت ہوگی۔

متاثرہ علاقوں میں زلزلہ پروف عمارتوں کی تعمیر بجا سہی کہ اسلام اسباب اختیار کرنے سے منع نہیں کرتا' لیکن اسباب پر بھروسہ کرنا غلط ہے۔ بچاؤ کی صورت تو بس توبہ اور اصلاح احوال ہے

سید قطبؒ شہید کی ڈائری کا ایک ورق

سید قاسم محمود

بہر حال میں اُن کے اجتماعات میں شریک ہوتا رہا۔ جو کبھی ہفتے دو ہفتے میں ایک بار ہوتے اور کبھی مہینے میں ایک بار۔ اس کی وجہ میری مصروفیت تھی۔ درس کا آغاز میں نے تحریکِ اسلامی کی تاریخ سے کیا اور انہیں بتایا کہ مخالف کیمپ میں کون کون ہے۔ ہر ایک کا کام کا انداز کیسا ہے اور کون سے راستوں سے حملہ ہوتا ہے۔ اِس کیمپ میں مُشرک بھی ہیں' بے دین بھی' صہیونی بھی اور صلیبی بھی۔

عالمِ اسلام کی جدید تاریخ پر بھی میں نے مختصر روشنی ڈالی۔ خصوصاً فرانس کے مصر پر حملے کے بعد سے جو حالات ہوئے اور اُن کے عالمِ اسلام پر کیا اثرات پڑے' اُن کی طرف اشارہ کیا۔ تربیت دینے کے لیے اُنہیں خبریں سناتا اور اُن سے تجزیے کرنے کے لیے کہتا۔ اسی طرح اُن سے کہا کہ کچھ لوگ عالمی خبر رساں اداروں کے نشریے سنیں اور مواد جمع کر کے اُس پر تبصرہ کریں اور جو لوگ فرانسیسی اور انگریزی سے واقف ہوں' وہ ان پرچوں کو دیکھیں جو مغرب میں چھپتے ہیں اور جن میں عالمِ اسلام سے متعلق مضامین ہوتے ہیں۔

اِس بات پر اتفاق ہو گیا تھا کہ ہم طاقت کا استعمال نظامِ حکومت کو بدلنے یا اسلامی نظام قائم کرنے میں ہرگز نہیں کریں گے' مگر تنظیم پر آنچ آئی تو جواب دینے میں تامل نہیں کریں گے' تاکہ تنظیم کا یہ مقصد کہ معاشرے میں تربیت یافتہ افراد تیار کیے جائیں اور اسے اسلام کے مکمل نفاذ کی بنیاد بنایا جائے۔ فدائی گروپ بنانے کا مطلب یہ تھا کہ اُن کے لیے اسلحے کی فراہمی ہو اور اس کے لیے مالی وسائل مہیا کیے جائیں۔ یہاں تک تربیت کا سوال ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھے ملنے سے قبل ہی وہ یہ مرحلہ طے کر چکے تھے' لیکن انہوں نے ایک پہلو پر توجہ نہ دی تھی۔ وہ یہ کہ تربیت لینے والا صرف وہ شخص ہو جو عقیدے کے پختگی اور دین سے وابستگی میں آگے ہو۔ اسی لیے میں نے اُن کی توجہ اس طرف دلائی تھی اور یہ بھی پوچھا تھا کہ ایسے کتنے افراد ہوں گے جو اِس معیار پر پورے اتریں۔ بہر حال طے ہُوا کہ تربیت کا کام تیزی سے شروع کیا جائے' لیکن اگر صرف باتیں ہی ہوتی رہیں' کام نہ ہوا تو نوجوان مایوسی کا شکار ہونے لگیں گے۔ اس کے ساتھ اِن افواہوں نے بھی اس جانب توجہ زیادہ کروادی کہ اخوان کی گرفتاری کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔

اسلحے کی فراہمی

اسلحے کی فراہمی کا مسئلہ ایسا ہے کہ اسے دو رخ سے دیکھنا چاہیے:۔

1۔ مجدی نے مجھے بتایا کہ اسلحے کی فراہمی کا معاملہ خاصا پیچیدہ ہے' حتیٰ کہ تربیت کے لیے بھی اسلحہ دستیاب نہیں ہو رہا' اس لیے گھریلو بم سازی کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ اب تک جو تجربے ہوئے ہیں' وہ حوصلہ افزا ہیں۔ بس اُن کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

2۔ ایک مرتبہ علی عشاوی بغیر کسی پیشگی اطلاع کے مجھ سے ملنے آئے اور انہوں نے بتایا کہ دو سال پہلے انہوں نے ایک دوسرے عرب ملکوں کے اخوانی سے کچھ خاص نوعیت کا اسلحہ بھیجنے کے لیے کہا تھا۔ اس وقت تو بات آئی گئی ہو گی' لیکن اب ساتھی کا جواب آیا ہے کہ اسلحہ فراہم کیا جا سکتا ہے' جو گاڑی بھر مقدار میں ہے اور جسے دو ماہ کے اندر سوڈان بھیجا جا سکتا ہے۔ یہ نئی گرفتاریوں سے پہلے کی بات ہے اور اُس وقت حالات کے بگڑنے کا اندازہ نہ تھا۔

یہ اطلاع یکا یک ملی۔ اس لیے باقاعدہ طور پر سب کے ساتھ کچھ طے کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ دوسرے ہی دن شیخ اسماعیل میرے پاس آئے اور ایسا لگا تھا کہ علی عشاوی سے انہیں ساری بات معلوم ہو گئی ہے۔ وہ خاصے پریشان دکھائی دے رہے تھے' کیونکہ وہ اس طرح کا منصوبہ پسند نہ کرتے تھے۔ مجھ سے کہا کہ اِس موضوع کو صبری کے آنے تک التوئی کر دیا جائے۔ میں نے اُن سے کہا کہ ہم نے بھی یہی طے کیا ہے کہ سب جمع ہو کر مشورہ کریں گے۔

سب جمع ہوئے تو میں نے اُن سے کہا کہ اگر وہ لیبیا کا راستہ چنتے ہیں تو میں بھی ایسے افراد کو جانتا ہوں جو اِس کام میں مدد دے سکتے ہیں۔ یہ لیبیا کے دو اخوانی تھے جو جیل میں ساتھ رہے تھے۔ ایک طیب شین جو سرس طیان کے علاقے میں بنیادی تعلیم گاہ میں ٹیچر تھے۔ جو ڈرائیور لیبیا سے مصر تک کا صحرائی علاقہ طے کرتے تھے' اُن سے اُن کے گہرے تعلقات تھے۔ دوسرے مبروک نامی ایک شخص تھے' جنہوں نے ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ مصر اور لیبیا کے درمیان چلنے والے قافلوں میں اُن کے بعض رشتے دار بھی کام کرتے ہیں۔ اُس وقت میں نے زیادہ دلچسپی نہ لی تھی اور نہ پوچھا کہ وہ قافلے کس طرح کے ہوتے ہیں۔ انہوں نے بس یہ کہا تھا کہ آپ کو لیبیا سے کچھ منگوانا ہو تو بہت حفاظت سے آپ تک پہنچ جائے گا۔ وہ تجارت بھی کرتے تھے اور دورانِ گفتگو ذکر آیا کہ وہ مصر میں بنی ٹوپیاں لے جا کر مراکش میں بیچتے ہیں۔ یہ ٹوپیاں صرف سکندریہ میں ملتی ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے بتایا تھا کہ اپنے ساتھ کتابیں لے جا رہے ہیں۔

جہاں تک مالی امداد کا تعلق ہے' شیخ اسماعیل مجھ سے کئی مرتبہ کہہ چکے تھے کہ اُن کے پاس ایک رقم بطور امانت رکھی ہوئی ہے' جو دینے والے نے یہ کہہ کر دی ہے کہ فلاں کام میں استعمال کی جائے' اگر کہیں اور استعمال کرنا ہو تو اُن سے اجازت لی جائے۔ میں نے گھریلو بم سازی کے لیے رقم کا تذکرہ کیا اور اُن سے پوچھا' کیا وہ رقم اس مد میں استعمال کی جا سکتی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ جو رقم مانگیں' وہ مہیا کریں گے۔ بس میں متعلقہ شخص سے اجازت لے لوں۔ میں نے اس پر آمادگی ظاہر کر دی' کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ جب تک شرعی اجازت نہ حاصل کر لیتے' اجازت نہ دے سکتے تھے' رقم فراہم کرنے والے کے بارے میں بس اتنا معلوم ہُوا تھا کہ مصر سے باہر کے کسی اخوانی نے دی ہے۔ اگر رقم اخوانی کی نہ ہوتی تو میں کبھی نہ لیتا' کیونکہ تحریکِ اسلامی کا یہ بنیادی اصول ہے کہ وہ اِس نظریے سے غیر وابستہ افراد سے مدد قبول کرے نہ اسلحہ اور نہ کوئی فائدہ اٹھائے' بلکہ سارے کام اپنے وسائل بروئے کار لا کر انجام دے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ایک ہزار پونڈ

سید قطبؒ شہید نے کہا تھا: صہیونیت کے حامی انسان کی روحانی طاقت کمزور کرنے کیلئے فحاشی' الحاد' منشیات اور اخلاق سوز لٹریچر پھیلائیں گے اور پھر اقتصادیات کی کمر توڑنے کیلئے معاشی بدحالی لائی جائے گی

کے لگ بھگ وہ رقم کسی محفوظ جگہ رکھی ہوئی تھی۔ اسی طرح عراق کے اخوان سے دو سو پونڈ ملے تھے۔ وہ میں نے علی عشماوی کے پاس رکھوا دی تا کہ وہ اسے استعمال میں لاسکیں۔

طاقت کے ذریعے اقتدار پر قبضہ یا نظامِ حکومت کو بدل کر اسلامی نظام کا نفاذ ہمارا مقصد نہ تھا۔ مقصد حکومتی جارحیت کا جواب دینا تھا اور یہ اُصول خود اسلام نے دیا تھا۔ ہم پر زیادتی کا آغاز 1954ء سے شروع ہوا۔ پھر 1957ء میں یہ واقعہ دہرایا گیا۔ جیلیں بھری گئیں۔ قتل کیے گئے۔ گھر اجاڑے گئے' مگر ماضی میں جو کچھ ہُوا' اُسے ہم نے بھلا دیا۔ اُس کا ہمیں اب جواب نہیں دینا' مگر ایک بار پھر زیادتی ہوئی تو ہم آسانی سے نہ ہونے دیں گے' ہاں جواب اُس وقت دیں گے جب عملاً زیادتی ہو' اپنے حالات کی وجہ سے نہیں' بلکہ اسلامی تعلیمات کی پیروی میں۔ ہم عزت و ناموس پر حملہ کریں گے نہ بچوں اور عورتوں کو فاقہ کشی کروائیں گے' کیونکہ اسلام تو یہاں تک کہتا ہے کہ کسی پر حد لگے تو اُس کے خاندان کی پرورش سرکاری خزانے سے ہو گی۔ اس لیے زیادتی کے مروجہ طریقے ہم اختیار کر ہی نہیں سکتے' لیکن یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ اُٹھنے والے ہاتھ کو توڑ دیں' لڑیں اور ماریں' تا کہ اسلامی تحریک کو تباہ کرنا اتنا آسان نہ لگے جتنا سمجھ لیا گیا ہے۔ ہم تو یہ چاہتے تھے کہ وہ نوجوان جو ملت کی آبرو ہیں' اس اخلاقی بے راہ روی کے زمانے میں قیمتی سرمایہ ہیں' انہیں تحفظ ملے اور وہ یوں نہ ختم کر دیے جائیں۔

میں نے اُن سے کہا کہ آپ ایک اصولی بات یاد رکھیں' کہ تمام وسائل خود اپنے مہیا کردہ ہوں۔ کسی اور کا کسی طرح کا تعاون نہ لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ جوابی کارروائی یک بارگی اور بھرپور ہو تا کہ نقصان کم سے کم ہو اور مقصد حاصل ہو جائے۔

ایک اجتماع میں احمد عبدالمجید نے ایک فہرست پیش کی۔ اس میں وہ نشانے (ٹارگٹ) بتائے گئے تھے' جنہیں تباہ کرنا مفید ہوگا اور حکومت معطل ہو کر رہ جائے گی' اور پھر وہ ہاتھ جنہوں نے منشیہ کے حادثے کا اسٹیج تیار کیا' پھر اُسے اخوان کی طرف موڑ دیا' وہ طرۃ جیل میں اخوان کو خون میں نہلا گئے۔ وہ ہاتھ خواہ حکومت کے اندر کے ہوں یا غیر ملکی' انہیں قلم کر دیا جائے اور حکومت کے ادارے اُن کا ہر حکم نہ مانتے رہیں۔ حکومت کے ادارے ہی اخوان دشمن منصوبے نافذ کرتے ہیں۔ اس لیے اُن کو نشانہ بنانا ضروری تھا۔ وہ اس طرح کہ سربراہ مملکت' وزیر اعظم' پولیس چیف اور محکمہ جاسوسی کے سربراہ کو مارا جائے' مواصلاتی نظام درہم برہم کیا جائے' ٹریفک معطل کرنے کے لیے پُل اڑا دیے جائیں (بعد میں پلوں کا اُڑانا اسکیم سے خارج کر دیا گیا)۔

میں نے کہا کہ منصوبے پر عمل درآمد کے لیے وسائل چاہئیں۔ وہ تمہارے پاس کس حد تک ہیں؟ ان کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وسائل تو بالکل ضروری نوعیت کے بھی نہیں۔ بڑی شخصیات جیسے سربراہ مملکت' وزیر اعظم وغیرہ تو زبردست پہرے میں رہتے ہیں' اُن تک پہنچنا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے جو تربیت چاہیے' وہ ہے نہیں اور جو اسلحہ چاہیے' وہ مہیا نہیں۔ پھر کیا کیا جائے؟ طے ہوا کہ تربیت کا کام تیز کر دیا جائے۔ میں تو اس کام کو تحریک کے سب سے آخر کا کام سمجھتا تھا اور ملتوی کرنا پسند کرتا' مگر حالات بدل رہے تھے۔ لگ رہا تھا کہ اخوان کے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ اس لیے میں نے اس پر رضامندی ظاہر کر دی۔

اب کمیونسٹ اور سوشلسٹ اخباروں نے اخوان کے خلاف زور شور سے محاذ کھول دیا تھا۔ پوسٹر لگائے جا رہے تھے کہ اخوان میں زندگی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ نئی قیادت ابھر رہی ہے۔ اخوان سے منسوب کر کے اشتہارات لگائے جاتے' جن میں جوشیلے نعرے ہوتے اور بھڑکانے والی باتیں لکھی جاتیں۔ ایک واقعہ تو خود سامنے آیا۔ دو عیسائی پادری کہیں جا رہے تھے کہ حادثے کا شکار ہو گئے اور مر گئے۔ ان کے بیگ دیکھے گئے تو ان میں اخوان کے دستخطوں سے ایسے اشتہار نکلے جو فرقہ وارانہ فضا پیدا کر سکتے تھے۔

استاذ میزولہ نے کہا کہ جوشیلے نوجوانوں پر اعتبار نہ کیجیے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اخوان کو غلط رخ پر ڈالنے کے لیے یہ ان میں داخل کیے گئے ہیں۔ یہ سی آئی اے کی سازش ہے۔ حکومت میں دو رائیں چل رہی ہیں۔ ایک یہ کہ کچھ ڈھیل دے کر پکڑا جائے۔ دوسرے یہ کہ فوری طور سے انہیں قابو میں کر لیا جائے۔

کچھ مدت پہلے عبدالرزاق ہویدی نے یہ بات استاذ مراد زیارت سے نقل کی تھی کہ جو استاذ فرید عبدالخالق کے داماد تھے۔ فرید استاذ میزولہ سے تعلق رکھتے تھے اور دونوں میں فکری ہم آہنگی تھی۔ عبدالخالق ہویدی نے یہ بھی بتایا کہ یہ نوجوان سابق وزیر استاذ عبدالعزیز علی سے ملا کرتے تھے' جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ امریکا نواز ہیں اور امریکیوں کے لیے کام کرتے ہیں۔

یہ نوجوان استاذ عبدالعزیز اور استاذ فرید سے ملنے زینب غزالی کے گھر گئے تھے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب وہ رہنمائی کے لیے مختلف لوگوں سے مل رہے تھے۔ عبدالعزیز سے ان کی بات ہوئی' مگر وہ اُن کی فکر کو قبول نہ کر سکے اور انہوں نے اپنی تنظیم کی تفصیلات وزیر موصوف کو کچھ نہ بتائی تھیں۔ جب میری ملاقات استاذ فرید سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ ان نوجوانوں کی وابستگی مشکوک ہے' کیونکہ یہ مشتبہ افراد سے جیل میں ملتے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ مشتبہ افراد سے اُن کی مراد وہی استاذ عبدالعزیز ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ نوجوان' استاذ عبدالعزیز سے اب کوئی ربط نہیں رکھتے۔ جہاں تک زینب غزالی کا تعلق ہے انہوں نے قیدی ساتھیوں کے خاندان والوں کی بڑی خدمت کی۔ ان کا مرشد حسن ہضیبی کے گھر میں آنا جانا تھا اور وہ اُن پر اعتماد کرتے تھے۔

ان حالات سے یہ نتیجہ تو نکالا جا سکتا تھا کہ لاوا پک رہا ہے اور اخوان کو کسی نئی سازش میں پھانسنے کے لیے جال پھیلایا جا رہا ہے۔ اخوان جائیں گے تو یہ تنظیم بھی زیرِ عتاب آئے گی۔ اس لیے ضروری تھا کہ فوجی تربیت جلد از جلد مکمل کی جائے۔ مگر وسائل تو تھے نہیں' اس لیے منصوبہ کاغذ کی حد تک ہی رہا۔

ان نوجوانوں کے ساتھ یہ میرا آخری اجتماع تھا۔ اُن میں سے بس شیخ عبدالفتاح اسماعیل اور علی عشماوی سے ایک بار پھر ملاقات ہوئی تھی' مگر اس وقت یہ نہ پوچھ سکا کہ تربیت رک گئی یا چل رہی ہے۔ پھر وہی ہوا' جس کا اندیشہ تھا۔ اخوان پکڑے گئے' مگر اس تنظیم کے افراد آزاد تھے۔ منصوبے کی منظوری اور گرفتاری کے درمیان مختصر وقفے میں ظاہر ہے کہ تربیت نہیں ہو سکتی۔

میں نے زینب غزالی کے ذریعے اشارہ بھیجا کہ وہ سوڈان کا منصوبہ یعنی اسلحے کی فراہمی ترک کر دیں اور دوسرے اقدامات بھی نہ کیے جائیں۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ یہ پابندی عارضی ہے یا مستقل۔ میں نے کہا کہ یہ عارضی پابندی ہے۔ اگر کبھی ایسا ہوا کہ بھرپور حملہ کرنے کا موقع مل جائے' اس پر غور کیا جا سکتا ہے' چونکہ ایسا موقع نہ ملا' اس لیے عملاً یہ منصوبہ ترک ہی ہو گیا۔

اوّلین اجتماعات میں زیادتی کا جواب دینے کے متعلق تجویزیں چل رہی تھیں۔ ایک تجویز یہ آئی کہ مواصلات کا نظام تباہ کر دیا جائے۔ پل اڑائے جائیں۔ اس طرح حکومت فوری حرکت سے باز رہے گی' مگر یہ تجویز پسند نہ کی گئی کیونکہ اس سے سب سے پہلے عام لوگ متاثر ہوتے۔

میں نے ایک بار کہا تھا کہ صیہونیت کے حامی اس خطے کو برباد کرنے کے لیے انسان کی روحانی طاقت کمزور کرنے کے لیے فحاشی' الحاد' منشیات اور اخلاق سوز لٹریچر پھیلائیں گے اور اقتصادیات کی کمر توڑنے کے لیے معاشی بدحالی لائی جائے گی جس کے بعد فوجی حملہ ہوگا۔ چنانچہ فیصلہ یہی ہوا کہ صرف وہ عمارتیں تباہ کی جائیں' جن سے حکومت کا کام متاثر ہو اور مقصد بھی حاصل ہو جائے۔ مگر بات آگے کیسے بڑھتی؟ سرمایہ تھا' نہ اسلحہ اور نہ تربیت۔ (جاری ہے)

استاذ میزولہ نے کہا: جوشیلے نوجوانوں پر اعتبار نہ کیجیے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے یہ اخوان کو غلط راستے پر ڈالنے کے لیے اُن میں داخل کیے گئے ہیں۔ یہ CIA کی سازش ہے۔

حقیقت کی راہ

محمد رشید عمر

ایک معروف عالم دین سے کسی نے دین میں داڑھی کی حیثیت کے بارے دریافت کیا۔ انہوں نے جواب میں جو کچھ فرمایا' اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی انسان اللہ کو مانتا ہے' آخرت اور نبی آخرالزمان کو مانتا ہے' قرآن وحدیث کے احکام کی پیروی کرتا ہے۔ تو پھر شکل سے ایسا نظر آنا چاہیے کہ اس کے چہرے پر داڑھی بھی ہوئی ہو۔ اسی طرح جس معاشرے میں اللہ اور رسول کے احکامات کی پیروی ہو رہی ہو' اس کے ادارے دینِ اسلام کے اصولوں کے مطابق چل رہے ہوں' ان کا حکمران دین کا امام ہو۔ ان لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ روزے رکھتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں' حج کرتے ہیں۔ ان کے شہروں' دیہاتوں اور بستیوں میں مسجدوں کے مینار نظر آتے ہوں۔ اور وہ ان میں نمازوں کی ادائیگی کے لیے آتے جاتے نظر آتے ہیں۔

ہمارا حال کیا ہے؟ مسجدیں ہیں' روزے بھی رکھے جا رہے ہیں' حج اور عمرے بھی ہو رہے ہیں' لیکن معاشرے میں کہیں اسلام کی پاسداری نہیں ہے۔ معاشرتی رسومات دوسروں کی اپنا رہے ہیں۔ ہماری مجالس رقص و سرور کی مجالس بن گئی ہیں۔ اداروں میں بالخصوص عدالتوں میں غیر اللہ کے احکام چل رہے ہیں۔ معیشت میں اللہ کی مغضوب قوم یہود کے طریقہ سود کو اپنایا ہوا ہے بالکل اسی طرح کہ داڑھی رکھی ہے' لیکن نہ مسجد میں جانا ہے' نہ ہی اللہ رسول کے احکام کی پروا کرنا ہے۔ ایسا شخص محض داڑھی سے مسلمان شمار نہیں ہوگا۔ بالکل اسی طرح ہم جتنی چاہیں مساجد بنالیں' حج اور عمروں کی لائنیں لگالیں' چاہے کعبہ کے اندر اور اس کی چھت پر چڑھ کر اللہ اکبر کر کے نعرے لگالیں' اگر عملی زندگی میں اسلام کی پیروی نہیں ہے تو پھر ہم بحیثیت مجموعی اللہ کی نظر میں کسی غیر مسلم قوم سے بڑھ کے کوئی درجہ امتیاز نہیں رکھتے۔

ہمارے معاشرے کی تصویر' معاملات' اداروں کا چلن اور حکومتی طریق کار ویسا ہی ہے' جیسا کسی بے دین معاشرے کا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مساجد سے نکل کر اسلام کو معاشرے پر لاگو کریں۔ اس کے لیے محنت کریں۔

جب معاشرے میں اللہ رسول کے احکام کی پیروی ہوگی' رسوم ورواجات اسلام کے تابع ہوں گے تو نظام عدالت اور نظام حکومت اسلام کے مطابق چلے گا۔ مالی معاملات میں دین اسلام کی پیروی کریں گے تو پھر ہمارے روزے' حج اور زکوٰۃ اللہ کے ہاں قبول ہوں گے۔

اس مقصد کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے۔ تنظیم اسلامی اسی محنت کی دعوت دے رہی ہے۔ آؤ وقت کی پکار کو سنو۔ بھولے ہوئے سبق کو یاد کرو' اور وقت کے پہیے کو گھما کر اپنی اصلی حالت میں لاؤ۔ آج ہمارے لوگوں نے (الا ماشاء مخلص لوگوں کے استثناء کے ساتھ) زندگی سے اسلام کو دیس نکالا دے کر صرف مراسمِ عبودیت ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ یاد رکھیے جب تک پوری زندگی میں اسلام کی پیروی نہ ہوگی۔ بندگی رب کا تقاضا پورا نہیں ہوگا۔ تسبیح ومناجات کے لیے اللہ نے پوری کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے' ہر چیز اس کی تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ اس کی اطاعت سے سرمو انحراف نہیں کرتی۔ انسانوں سے اس سے بڑھ کر مطالبہ ہے۔ وہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ ہم اس کے دیئے نظام زندگی کے مطابق عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ قائم کریں۔ جہاں لوگوں کی جان مال اور عزت محفوظ ہو۔ شیطان کی پوجا کے بجائے رحمن کی بندگی اور اس کے نبی ﷺ کی پیروی ہو۔

ہمارے لیے جماعتی زندگی اختیار کرنا لازم ہے۔ تب ہی دین اسلام کے نفاذ کی تگ ودو کی جاسکتی ہے۔ انفرادی سطح پر اصلاح ذات اور عبادات کا اہتمام بھی بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ بالکل اسی طرح جس طرح فوج میں داخل ہوئے بغیر کوئی فوجی نہیں بن سکتا اور کسی استاد پہلوان کی شاگردی کے بغیر پہلوان نہیں بن سکتا' اسی طرح نماز' روزے' حج' زکوٰۃ کے بغیر دین کی سربلندی کا نام نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے دین کا کام کریں گے تو ہماری ان عبادات میں جان پڑے گی۔ دونوں کام ایک دوسرے کے لیے ضروری ہیں۔ ایک کے ثمرات سے مستفید ہونے کے لیے دوسرے کی ضرورت ہے۔ اگر دل میں تڑپ ہے کہ مساجد آباد ہوں' رمضان کی تکریم ہو' حج وحدتِ امت کا نشان بن جائے۔ تو آیئے تنظیم اسلامی کے ساتھ اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کے سپاہی بن جائیں' تاکہ وہ ذات جس نے زمین میں آباد کر کے ہمیں پانی اور ہوا کی نعمت سے نوازا ہے' جس نے دن اور رات کو رحمت کی چادر بنا کر اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے' وہ کہیں پانی اور ہوا کو عذاب کی شکل میں ہم پر مسلط نہ کر دے' زمین ہمارے وجود کو برداشت کرنے سے انکار نہ کر دے' یا لیل ونہار کی چادر کو لپیٹ کر مہلتِ عمر ختم نہ کر دے۔ ہم اللہ کے دین کے مطالبات کو دنیا کے سامنے واضح کرنے والے بن جائیں۔ اس کام میں آنے والی مشکلات اور مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ اس کی خاطر کام کریں گے تو وہ ہمیں دنیا اور آخرت میں سرخرو کرے گا۔ اس کی راہ میں چلنے والے ناکام نہیں ہوتے۔

ہم چاہے کتنی مساجد بنالیں' کتنے ہی حج اور عمرے کر لیں' خانہ کعبہ کی چھت پر اللہ اکبر کا نعرہ لگالیں' اگر ہم عملی زندگی میں اسلام کی پیروی نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو غالب کرنے کی جدوجہد نہیں کرتے تو اللہ کی نظر میں ہماری کوئی وقعت نہیں

بقیہ: پاکستان کا تشخص: اسلامی شریعت

کون سی برائی ہے جو ہمیں اور ہماری نسلوں کو چاٹ نہیں رہی۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ ہم نے اسلام کی بجائے غیر مسلموں کے نظام کو تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ اپنی زندگیوں میں سمو رکھا ہے۔ ملک وقوم کے نظریے لاتعلق افراد یہ جان لیں کہ ہر ملک وقوم کا ایک تشخص ہوتا ہے اور ہمارا تشخص نظام شریعت ہے۔ اس کے بغیر ہم دنیا میں صحیح معنوں میں بطور پاکستانی مسلمان نہیں پہنچانے جاسکتے ہیں۔ نظام شریعت اور پاکستان لازم وملزوم ہیں۔ چنانچہ ہمیں ہر سطح پر شریعت نافذ کرنا ہوگی۔ (بشکریہ: روزنامہ ''دن'')

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

گھر کے معاشی حالات مزید ابتر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ والد صاحب نے جو پروویژن اسٹور کھولا تھا 'اس سے تھوڑی بہت آمدنی ہو جاتی تھی جس سے گھر کا کچھ نہ کچھ خرچ چل جاتا تھا۔ روکھی سوکھی کھا لیتے تھے اور خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ الحمدللہ ہم نے زندگی بھر کبھی نہ تو کسی سے قرض لیا' نہ ہی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ ہمیشہ خودداری قائم رکھی۔ الحمدللہ' ثم الحمدللہ کہ فاقہ کی نوبت کبھی نہیں آئی۔ ع یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔ دوکان کا بھٹہ بیٹھ جانے کے بعد والد صاحب یہ کرتے تھے کہ کسی دوکاندار سے پستہ' اخروٹ یا بادام وغیرہ لے آتے تھے۔ گھر کے لوگ باجماعت بیٹھ کر اس کا چھلکا اتارتے تھے۔ اس میں خاصا وقت لگ جاتا تھا۔ دوسرے روز والد صاحب چھلکا اترا میوہ دوکاندار کو دے آتے تھے اور اس کی کچھ ''اُجرت'' جو مل جاتی تھی وہ لے آتے تھے۔ کافی دن تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ مارکیٹ سے والد صاحب پرانے کوٹوں کی گٹھری بھی لے آتے تھے اور لوگوں کو بیچنے کے لیے دے دیتے تھے۔ اس سے بھی کچھ آمدنی ہو جاتی تھی۔ گھر جیسے تیسے چل رہا تھا۔

میں میٹرک کا امتحان دے چکا تھا' فارغ تھا۔ میرے ہم جماعت اور دوست محمد صدیق قریشی نے راستہ دکھایا کہ کراچی کی بندرگاہ کیماڑی چلا جاؤں' وہاں روزانہ ٹیلی کلرکوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ نہ کچھ ''مزدوری'' وہاں سے مل ہی جائے گی۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچے' بہت سے لڑکے جمع تھے۔ ٹھیکیدار کو جتنے لڑکوں کی ضرورت ہوتی تھی وہ ان میں سے لے لیتا تھا۔ اکثر ہماری بھی باری آ ہی جاتی۔ ٹیلی کلرک کا کام یہ ہوتا تھا کہ جہازوں سے کرینوں کے ذریعے جو مال اتار کر ریلوے ویگنوں میں ڈالا جاتا تھا' اس کو نوٹ کرتا جائے اور اس کا ریکارڈ رکھے۔ عموماً یہ کام رات کو ہوتا تھا۔ ہمیں کچھ نہ کچھ ''مزدوری'' مل جاتی تھی۔ جب تک ہمارا میٹرک کا نتیجہ نہیں آیا' ہم یہ کام کرتے رہے۔ اس دوران ہم نے سوچا کہ ہمارے پاس وقت بہت فالتو ہے' کیوں نہ قرآن مجید ہی کو حفظ کیا جائے۔ چنانچہ ہم نے بجائے تیسویں پارے کے (جو صحیح طریقہ تھا) پہلے پارے سے حفظ کرنا شروع کیا۔ پہلا پارہ ہر وقت ہمارے پاس رہتا تھا جو ہم حفظ کرتے رہتے تھے۔ ایک دن میں صدر میں تھا کہ میٹرک کے عربی کے استاد ماسٹر ممتاز حسین صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ موصوف جماعت اسلامی کے رکن تھے اور کچھ عرصہ کراچی کے امیر بھی رہ چکے تھے۔ انہوں نے میرے ہاتھ میں پہلا پارہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون سی کتاب ہے۔ عرض کیا کہ پہلا پارہ ہے۔ ان کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میں حفظ کر رہا ہوں۔ موصوف نے فرمایا کہ اس طرح حفظ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کی خاص خاص سورتیں یاد کر لو۔ بس ان کے مشورہ کے بعد حفظ کرنے کا پروگرام ختم ہو گیا۔ کاش وہ نہ ملتے اور میں حفظ کرتا رہتا' تو شاید اپنے باپ کی طرح حافظ ہو جاتا!

میرے والد صاحب کو میرے میٹرک کے نتیجہ کا شدید انتظار تھا کہ میں پاس ہو جاؤں تو میری نوکری لگ کر آمدنی کی کوئی سبیل پیدا ہو۔ وہ بہت اونچے خواب دیکھ رہے تھے۔ ہمارے ایک عزیز ہوتے تھے جو صرف

مجھ میں وہ تل نہیں تھے جن سے اُن کی خواہش کے مطابق تیل نکل سکتا۔ ایسی غلیظ آمدن سے پرواز میں کوتاہی کا کیا سوال' پرواز ہو ہی نہیں سکتی تھی...... ایسے رزق سے تو اب میرے لیے موت اچھی تھی

میٹرکولیٹ تھے' ایک بہت بڑی کمپنی کے مارکیٹنگ ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے۔ شاید انسپکٹر تھے۔ اس کمپنی کی پروڈکٹس کی بہت مانگ تھی اور خوب بلیک مارکیٹنگ ہوتی تھی جس کی وجہ سے وہ بہت کماتے تھے۔ اوپر کی یہ آمدنی بے تحاشا تھی۔ ایک بڑے فلیٹ میں رہتے تھے۔ سجے سجائے ڈرائنگ روم وغیرہ تھے۔ رئیسانہ ٹھاٹھ تھے۔ والد صاحب کے وہ ''آئیڈیل'' تھے۔ وہ سمجھتے تھے اُن کی طرح ہم بھی ایسی نوکری کریں جس میں اوپر کی ''آمدنی'' خوب ہو اور اس طرح (میٹرک کرنے کے بعد) ہمارے سارے دلدر دور ہو جائیں۔ مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ اب برخوردار کی زندگی کا نظریہ بدل چکا تھا۔ پہلے ہمیں دنیا عزیز تھی' اب آخرت عزیز ہو گئی ہے۔ مجھ میں وہ تل نہیں تھے جن سے ان کی خواہش کے مطابق تیل نکل سکتا ہو۔ ایسے غلیظ رزق سے پرواز میں صرف کوتاہی کا کیا سوال' پرواز ہو ہی نہیں سکتی تھی...... ایسے رزق سے تو اب میرے لیے موت اچھی تھی۔ اس موضوع پر والد صاحب سے کبھی بات نہیں کی کہ کہیں ناچاقی نہ ہو جائے اور سر منڈاتے ہی اولے نہ پڑ جائیں۔

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

والد صاحب نے یہ کیا کہ پہلے ہمیں ایک ٹائپنگ انسٹی ٹیوٹ میں داخل کرا دیا۔ ہم نے دو ایک ماہ میں وہاں پر ٹائپنگ سیکھی۔ جس طرح اب ہر کام کے لیے کمپیوٹر کا جاننا ضروری ہوتا ہے' پہلے ٹائپنگ ضروری ہوتی تھی۔ اس دوران نوکری کی تلاش ہوتی رہی۔ ہمارے ایک عزیز نے جو سرکاری ملازم تھے' والد صاحب کو سرکاری ملازمت کا مشورہ دے دیا۔ ہم بہت خوش ہو گئے کہ چلو پرائیویٹ کمپنی کی ملازمت سے تو جان چھوٹی جس کی ''آمدنی'' کا خواب والد صاحب دیکھا کرتے تھے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ میری عمر اس وقت تھی صرف سولہ سال اور سرکاری ملازمت کے لیے کم از کم اٹھارہ سال عمر ضروری تھی۔ بہرکیف کوشش کی گئی اور مرکزی حکومت کی منسٹری آف فوڈ (وزارتِ خوراک) میں ہمارا تقرر بطور لوئر ڈویژن کلرک ہو گیا۔ یہ جولائی کی دو تاریخ تھی اور سال تھا 1950ء۔ سرٹیفکیٹ کے لحاظ سے 30 جون 1950ء کو مابدولت پورے سولہ سال کے ہو گئے تھے۔ ہماری بنیادی تنخواہ ساٹھ روپے' مہنگائی الاؤنس تیس روپے اور کونیس الاؤنس سات روپے ملا کر کل تنخواہ مبلغ ستانوے روپے (=/97) ہوتی تھی۔ مجھے ٹائپسٹ کا کام ملا تھا۔ چند ماہ بعد میں نے پاکستان پبلک سروس کمیشن سے ٹائپنگ میں proficiency ٹیسٹ پاس کر لیا تو تنخواہ میں دس روپے کا اضافہ ہو گیا۔ ہم بہت خوش ہوئے' اس لیے کہ تنخواہ اب بجائے دو Digits کے تین میں ہو گئی۔

اب ہم صبح آٹھ بجے گھر سے آفس کے لیے نکلتے اور شام کو چار بجے کے بعد واپس آتے تھے۔ اس دوران

معلوم ہوا کہ کراچی میں کوئی اردو کالج ہے جسے اسی سال سندھ یونیورسٹی نے Recognise بھی کیا ہے۔ اس میں صبح اور شام دونوں اوقات میں آرٹس اور کامرس کی کلاسیں ہوتی ہیں۔ ہمارے لیے یہ خبر نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔ ہم نے فوراً اردو کالج جاکر کامرس کے پہلے سال میں داخلہ لے لیا۔ اب ہم صبح ناشتہ کرکے (جس میں تازہ روٹی' رات کا سالن اور چائے ہوتی تھی) آٹھ بجے دفتر کے لیے نکلتے تھے' جہاں شام چار بجے تک کام کرتے تھے۔ دفتر سے سیدھے اردو کالج جاتے تھے' شام پانچ بجے سے ساڑھے نو یا دس بجے تک کلاسیں ہوتی تھیں اور یوں رات کو ساڑھے دس' گیارہ بجے گھر واپس آتے تھے۔ دوپہر کے کھانے کے لیے دو روٹیاں گھی لگا کر دے دی جاتی تھیں جو میں پانی کے ساتھ روکھی کھاتا تھا۔ دفتر کے قریب ہی کینٹین تھی' جہاں ایک بڑا شامی کباب ایک آنہ (آج کے چھ پیسے) کا آتا تھا مگر اتنی استطاعت نہیں تھی کہ اُسے خرید سکوں۔ گھر سے دفتر کوئی ایک میل' دفتر سے کالج کوئی ڈیڑھ میل' کالج سے گھر کوئی ایک میل یعنی کوئی ساڑھے تین میل روزانہ پیدل چلنا پڑتا تھا۔ ہمارے کھانے اور چلنے کا یہ معمول پورے چار سال تک جاری رہا جب تک کہ ہم نے بی کام نہ کرلیا۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اصل عیش تو آخرت کا عیش ہے۔ دنیا سے دل لگانا کیسا! یہ فہم ہمیں تحریک نے عطا کیا تھا۔ ہم تنخواہ لاکر والد صاحب کو دے دیا کرتے تھے' جس میں سے وہ دس روپے ماہانہ ہمیں جیب خرچ کے لیے دے دیتے۔ کالج کی فیس وغیرہ وہ الگ سے دیتے تھے۔ اب میری یہ تنخواہ تھی اور گھر میں کل ''ساڑھے چھ'' افراد کھانے والے تھے۔ گویا میں نے سولہ سال ہی کی عمر میں گھر کی تمام معاشی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ اس عمر میں اتنی ذمہ داریاں......!

کچھ نقش تری یاد کے باقی ہیں ابھی تک
دل بے سرو ساماں سہی' ویراں تو نہیں ہے

میٹرک میں میرے ایک ساتھی مفتی نسیم الدین ہوتے تھے۔ مفتی اور قاضی کلاس میں پڑھائی میں نمایاں تھے۔ ہم دونوں میٹرک کے امتحانات سے قبل ساتھ اسٹڈی کیا کرتے تھے۔ وہ پیر کالونی کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے' جو میرے گھر سے خاصا دور تھا۔ بیٹھ کر پڑھنے کے لیے نہ اُن کے گھر میں جگہ تھی نہ میرے۔ وہ میرے گھر آجاتے تھے اور ہم دونوں قریب کی پاکستان مسجد کی چھت پر بیٹھ کر اسٹڈی کیا کرتے تھے۔ بھوک لگتی تو چنے چاب کر گزارا کرلیتے تھے۔ مفتی کے گھر کے حالات مجھ سے بہتر تھے۔ چنانچہ میٹرک کے بعد سائنس کالج میں فرسٹ ایئر میں داخلہ لے لیا کہ

کہاں کے قبلہ کہاں کے قبلی' جنید کیسے کہاں کے شبلی
بجائے حکمت کے ہم نے طب لی' بنیں گے سرجن مزا کریں گے

میٹرک میں ہمارے حساب کے ٹیچر عبدالقدیر صاحب ہوتے تھے۔ بہت عمدہ پڑھاتے تھے۔ نتیجہ آنے کے کچھ عرصہ بعد میں ایک کام سے اسکول گیا۔ وہ ملے تو پہلا سوال انہوں نے یہ کیا کہ تم نے داخلہ لے لیا! میں نے کہا کہ نہیں' میرے گھر کے حالات ایسے ہیں کہ مجھے نوکری کرنی پڑ رہی ہے (اس وقت تک اردو کالج میں داخلہ نہیں لیا تھا)۔ پوچھا کہ مفتی نے؟ میں نے کہا کہ ہاں' اس نے سائنس کالج میں داخلہ لے لیا ہے۔ میری بے چارگی پر (میری خواہش تھی کہ سائنس کالج میں داخلہ لوں جو میں نے ان سے کہہ رکھا تھا) وہ تقریباً رو پڑے۔ رومال سے انہوں نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ''قاضی' کاش میں تمہاری مدد کر سکتا۔ تم جیسے ہونہار طالب علم کی صلاحیتیں ضائع ہوتے مجھ سے نہیں دیکھا جاتا''...... ایسے ہوتے تھے ہمارے زمانہ کے استاد...... بہت ہی حساس آدمی تھے' عیال دار تھے اور شاید قرض دار بھی۔ چند سال بعد پتہ چلا کہ انہوں نے باتھ روم میں جاکر کنپٹی پر گولی مار کر خودکشی کرلی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے!

(جاری ہے)

MR. G.W. BUSH.,
PRESIDENT OF U.S.A.
<u>WASHINGTON. D.C., U.S.A.</u>

<u>C/O EMBASSY OF U.S.A., IN PAKISTAN ISLAMABAD</u>

Mr. Bush you said recently in a speech that God told you to attack Afganistan, Because Usama Bin Laden brought death to American people. Although it was never proved that Usama Bin Laden Could carry out the attack of 9/11. According to your theory any body bringing death to American people must be served with death. Now as you claim that you converse with God, you must be knowing his where abouts as well. After 9/11 the new killers of American people are Katrena, Rita and most recently Wilma.

The whole world is waiting now you punish the new killer as you did in Afghanistan and Iraq.

Go ahead use all your fire power to attack to destroy the killer.
what------???
You can't do it.
O-yes you can kill the weak and the lame like Vietnam, Afghanistan & Iraq.
WHAT A SHAME------???

ABRAR HUSSAIN
83-Pak Block, Allama Iqbal Town, Lahore.
Phone: Mob: 0333-4769105
E-mail: Abrarsunnori@hotmail.com
Abrarsunnori@yahoo.com

امریکی صدر جارج واکر بش کے نام ابرار حسین کا کھلا خط

پاکستان کا تشخص: اسلامی شریعت

حکیم افتخار یوسف زئی

شریعت کی پیروی کوئی مشکل عمل نہیں ہے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہم دینی فرائض' اپنی فطرت اور مقصد زیست سے خود آگاہ نہیں ہیں۔ اس لیے جب نفاذ شریعت کا نام لیا جاتا ہے تو ہم خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ رب جلیل جس نے اپنے پیارے محبوب محمد ﷺ کے ذریعہ سے یہ نظام ہمارے لیے لازم کیا ہے اور وہی' ہمیں بنانے والا ہے۔ وہ ہمارے رگ و ریشے سے واقف ہے۔ ہماری ذہنی بلندی و پستی کو جاننے والا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ آدم کا بیٹا' یہ حوا کی بیٹی کس حد تک ہمارے شرعی نظام کو قبول کر سکتے ہیں اور قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ نظام شریعت ایسا ہو جو ہم سے اٹھائے نہ اٹھے یا جس کو ہم اپنا نہ سکیں۔ نظام شریعت سے جزوی یا مکمل انکار کی یہ سب باتیں اور دلائل ہمارے اپنے مجہول اور ناپختہ اذہان کی پیداوار ہیں۔ ہم نے اپنی دنیاوی ضرورتوں اور آسائشوں کو مقدم جانا ہے اور ان کی تکمیل میں ہر جائز اور ناجائز طریقوں نے شب و روز لگے ہوئے ہیں حال و مستقبل کی تباہی پر نظر نہیں رکھتے۔ آگ کا احساس سب کو ہے اور یہ یقین کیے ہوئے ہیں کہ اس سے دوسرے کا ہی گھر جلے گا اپنا نہیں۔ مگر یہ بھولے ہوئے ہیں کہ جب دین سے بیزاری اور شریعت سے انحراف عام ہو جائے اور شیطانی جھکڑ چل رہے ہوں تو یہ آگ پھیل کر اپنے در و دیوار بھی جلا دیتی ہے اور اپنے بھی گمراہ ہو کر تباہی و بربادی کی وادیوں میں گلنے سڑنے لگتے ہیں۔

ہم پاکستان میں نظام شریعت کے وعدہ جو ہم نے رب جلیل سے کیا تھا کی تکمیل میں لگنے کی بجائے گروہی' جماعتی اور فرقہ پرستی کی مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے اور اسلام دشمن طاقتوں نے معنی خیز انداز میں بعض شر پسند ملک و قوم دشمن حضرات کو مزید بہکایا اور ورغلانہ شروع کیا۔ ملکی قومی وقار کو بھسم کرنے کے لیے انگارے ہم نے مہیا کیے' شعلے اغیار نے بھڑکائے' نفرتوں کے تیر ہم نے برسائے' قتل و غارت کا بازار ہم نے گرم کیا اور اغیار ہماری جہالت' تعصب اور کم عقلی پر تالیاں بجاتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے رہے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ ہم شریعت کے نفاذ کے دل سے قائل نہیں۔ ہماری معاشرتی' اخلاقی غرض ہر طرح کی زندگی نظام شریعت سے کٹ گئی ہے اور روز افزوں گراوٹ کے باوجود اب بھی اسے اپنانے کا فیصلہ نہیں کر سکے اور یہ منافقت کم و بیش پوری قوم میں رچ بس گئی ہے۔ نوجوان فکر مند ہیں کہ اگر نظام شریعت نافذ ہو گیا تو ان کی یہ محفلیں' یہ آوارگی' یہ خود سری وغیرہ سب ختم ہو جائے گی اور ان کے بغیر یہ جی نہ سکیں گے۔ ان لوگوں کو جو ایسی سوچ رکھتے ہیں یہ جان لینا چاہیے کہ نظام شریعت کوئی پھندا نہیں کہ جس کی وجہ سے ان کی سانسیں گھٹ جائیں گی اور آزادی سلب ہو جائے گی بلکہ یہ ہوگا کہ ان کی موجودہ زندگی کی سب لغویات کے برعکس ان کی زندگیوں میں ایسا سلیقہ اور قرینہ پیدا ہو جائے گا کہ یہ پاکباز نیک نام رہ کر زندگی کے معرکے سر کریں گے۔

جو پیغمبر و صالح حضرات آتے رہے تو وہ اسی دور کے حالات اور رہن سہن کے مطابق نظام شریعت کا علم تھامے یہی تبلیغ کرتے رہے۔ آنحضرت محمد ﷺ نے اسے عملاً رائج کر کے دنیا کو جور و استبداد اور شرک و فساد سے نجات دلائی۔ غیر مسلم اپنے قانون بنائیں' جو چاہیں کریں' لیکن ہم مسلمان کیونکر غضب الٰہی سے بچ سکیں گے کہ ہم نے نظام شریعت کو ماننے سے اکثر و بیشتر انکار کیا ہے۔ اس میں ردوبدل کر کے اپنے مفاد میں بنا لیا ہے۔ کیا کبھی سوچا کہ یہ ملک جو اللہ سے اس وعدے پر لیا گیا تھا کہ یہاں نظام شریعت نافذ کیا جائے گا۔ آج ایک عرصہ گزر جانے پر بھی ہم بحث و مباحثہ سے کام لے رہے ہیں۔ کیا ہم نے ہر حیلے بہانے اس سے انحراف کر کے خدا کے غضب کو دعوت نہیں دی۔ کیا ملک کا دولخت ہو جانا خدا کی ناراضگی کی سب سے بڑی دلیل نہیں۔ تباہ کن زلزلے اور دیگر عذاب ہوش میں لانے کے لیے کافی نہیں۔ سمجھنے والوں کے لیے بہت کچھ ہے۔

سوچیے کہ کیا خدا اور اس کے رسول ﷺ کے نافذ کردہ نظام شریعت سے انکار کے بعد ہم مسلمان کہلائے جا سکتے ہیں اور اللہ کے قہر سے بچ سکتے ہیں۔ کیا فرقہ پرستی' گروہ بندی اور شیطان کی راہوں پر چل کر ہم پاکستان کا مطلب کیا' 'لا الہ الا اللہ' کے عہد کو پورا کر سکتے ہیں۔

یاد رکھیں' دنیا کے مسلمان اور پاکستان کے مسلمان دنیا میں اسی وقت عظیم تر مقام حاصل کر سکیں گے جب وہ نظام شریعت پر مکمل طور سے عمل پیرا ہوں گے۔ ہماری سوچ' ہمارے اذہان' ہماری فطرت اور ہمارے اعمال کا دھارا دنیا کی تمام دیگر قوموں سے منفرد اور اعلیٰ ہے۔ ہمیں اپنی موجودہ پستی اور گراوٹ کی حالت کو صحیح معنوں میں مسلمانوں (مومنوں) کی حالت نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ ہماری یہ حالت مفاد پرستوں' فرقہ بندوں' نیز غداروں اور ضمیر و ایمان فروشوں نے اغیار سے مل کر بنا دی ہے لیکن بہرحال ہمیں آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ سچا مسلمان بننا ہوگا اور کامل مسلمان دنیا کی تمام قوموں اور ہمارا دین اسلام دنیا کے تمام مذاہب سے برتر اور افضل ہے۔ چنانچہ ہم پاکستان کو اسلام کا قلعہ اس وقت بنا سکیں گے۔ جب ہم شریعت پر عمل کرتے ہوئے ہر شیطانی اور غیر اسلامی طرز بود و باش وغیرہ کو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر سے بھی چھوڑیں گے۔

یہ جان لیں کہ پاکستان صرف جسم ہے اور اس کی روح نظام شریعت ہے اور نظام شریعت درحقیقت نظام قرآن ہے۔ نظام قرآن ہی اسلام ہے۔ چنانچہ پاکستان کے جسم یعنی قوم کو اگر زندہ' بیدار اور سر بلند رہنا ہے تو اس میں نظام شریعت کی روح ڈالنی ہوگی۔ اب تک اس حقیقت سے انکار کی بدولت ہم اپنا حشر دیکھ رہے ہیں۔ قتل و غارت' لوٹ مار' زنا' لواطت' چوری ڈاکے' رشوت اور دیگر لغویات اور لچر پن کا ایک طوفان ہے جو امڈا چلا آ رہا ہے۔ غرض وہ

(باقی صفحہ نمبر 11 پر)

ملک و قوم کے نظریے سے لاتعلق افراد یہ جان لیں کہ ہر ملک و قوم کا ایک تشخص ہوتا ہے اور ہمارا تشخص نظام شریعت ہے۔ پاکستان اور نظام شریعت لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ ہمیں ہر سطح پر شریعت کو نافذ کرنا ہوگا

تفہیم المسائل

☆تخلیق کائنات کا اصل مقصد کیا ہے؟

☆الٹراساؤنڈ سے حاصل ہونے والی معلومات غیب سے پردے اٹھانے والی بات ہے؟

☆کیا مجبوری کے تحت دعوت ولیمہ کو چھوڑا جاسکتا ہے؟ ☆کیا دارالحرب سے دارالسلام ہجرت کرنا لازم ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: اگر کسی شخص تک دین کی روشنی نہیں پہنچی تو کیا وہ بھی دوزخ میں جائے گا۔(محمد شبیر)

ج: اس بارے میں علماءِ سلف میں دو موقف رائج رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک توحید پر ایمان لانا ہر عاقل شخص کے لیے واجب ہے' جبکہ باقی ائمہ سلف کے نزدیک توحید پر ایمان لانا بھی بغیر نبی کی دعوت کے واجب نہیں ہے۔ ان آراء کی روشنی میں اگر یوں کہا جائے تو مناسب ہو گا کہ ایسے اشخاص کا معاملہ اللہ ہی کے علم میں ہے "...... علمها عند ربی فی کتاب" (القرآن)۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظروف احوال کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔

س: کیا وجہ ہے کہ آج کا مسلمان کل کے مسلمان کے مقابلے میں تنگ دستی کی زندگی گزارتا ہے؟(مبارک علی)

ج: اس وقت مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی سزا اور عذاب ہے۔ چونکہ ہم نے کہیں بھی دنیا میں اسلام کے مکمل نظام کو قائم کر کے دنیا پر حجت قائم نہیں کی کہ آؤ دیکھو یہ ہے اسلام' یہ ہے محمد ﷺ کا لایا ہوا دین' یہ ہے اللہ کا دیا ہوا نظام عدل وقسط' جب تک ہم یہ نہیں کریں گے اللہ کی طرف سے عذاب کا شکار رہیں گے۔ یہ تنگی بھی اسی عذاب کا حصہ ہے۔

س: کائنات کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟(محمد نصیر)

ج: قرآن میں انسانوں کی تخلیق کا مقصد عبادت بتایا گیا ہے جہاں تک کائنات کی تخلیق کے مقصد کا تعلق ہے تو اس حوالے سے شارح عقیدۃ طحاویۃ ابن ابی العز حنفی بیان کرتے ہیں کہ جو مقصد انبیاء ورسل اور کتابوں کو بھیجنے کا ہے وہی مقصد کائنات کی تخلیق کا ہے اور وہ ہے توحید کا اعلام اور اخبار۔ انبیاء وکتب شہادت قولی کے لیے مبعوث کیے گئے جبکہ کائنات کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر فعلی شہادت کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔

س: یتیم اور مسکین میں کیا فرق ہے۔ وضاحت فرما دیں۔(عبدالرحمٰن)

ج: یتیم وہ ہے جس کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا ہو اور وہ بالغ نہ ہوا ہو۔ مسکین وہ ہے جو کم ہمت ہے' جو اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوسکتا' جو خود کفیل نہیں ہوسکتا۔

س: شریعت میں کمزور مالی حیثیت والے شخص کے لیے دعوت ولیمہ کی کم از کم صورت کیا ہوسکتی ہے۔ کیا مجبوری کے تحت دعوت ولیمہ کو چھوڑا جاسکتا ہے؟(محمد سہیل)

ج: جی ہاں' ولیمہ کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ ولیمہ فرض نہیں ہے۔ اگرچہ حضور ﷺ نے اس کی تاکید کی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ایک صورت یہ بھی تجویز فرمائی ہے کہ اگر تمہارے کسی بھائی نے نکاح کیا ہو اور اس کے پاس ولیمہ کرنے کے لیے کچھ نہ ہو تو تم اپنے گھر سے کھانا لے جا کر اس کے ہاں بیٹھ کر کھاؤ تاکہ اس کی خوشی میں شرکت ہو جائے۔

س: آج کل الٹراساؤنڈ کی بدولت یہ پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا میں آنے والا بچہ لڑکا ہوگا یا لڑکی' تو کیا یہ غیب کے علم سے پردے اٹھانے والی بات نہیں' حالانکہ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان کامل ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔(ندیم احمد)

ج: رحم میں کیا ہے' اس میں صرف لڑکا یا لڑکی ہونا ہی تو ایک معاملہ نہیں ہے۔ رحم کے اندر جو پرورش پا رہا ہے وہ سعید ہے یا شقی' خوبصورت ہے بدصورت ہے' اس کے اندر کون سے جینز ہیں' کیسی شخصیت وجود میں آنے والی ہے۔ کسی کو کیا پتہ ہے۔ صرف جنس معلوم ہونے سے اس کے اندر کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہوا۔ پچھلے زمانے کے اعتبار سے ہمارے لیے انسان کے جسم کی ہر ہڈی بھی عالم غیب تھی۔ ہم اُسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ آج ہڈی کو ہم ایکسرے کے اندر دیکھ لیتے ہیں۔ یہ سائنس کی ترقی ہے۔ اس سے قرآن و حدیث کی ان چیزوں کی نفی نہیں ہوتی' جن میں کہا گیا کہ پیدائش' موت اور رحم وغیرہ کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

س: اگر کسی ریاست میں اللہ کا دین سپریم قانون ہو تو کسی ایسے ملک کے مسلمان جہاں دین قائم نہ ہو' کیا کریں؟ کیا انہیں وہاں سے ہجرت کر لینا چاہئے یا اپنے ملک ہی میں رہ کر دین کے غلبہ کی جدوجہد کرنی چاہئے؟(محمد یاسر)

ج: جس ریاست میں اللہ کا دین سپریم ہو اس کی طرف ہجرت کرنا لازم ہے۔ تاکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی اللہ کے دین کے مطابق بسر ہو سکے' الا یہ کہ کوئی حقیقی رکاوٹ مانع ہو۔

س: نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ تو سب کچھ خرچ کر کے اگلے دن کا بھروسہ کامل اللہ پر رکھتے تھے۔ آج کل خاص طور پر ملازمین ایک ماہ کا بندوبست تو ضرور رکھتے ہیں دوسرے لوگ تو سالوں کا سامان اکٹھا کر لیتے ہیں۔ براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ کس حد تک بندوبست رکھنا جائز ہے اور کس انداز سے رکھنا جائز ہے؟(محمد عارف)

س: اس کے ضمن میں کوئی Hard and fast rule بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں انسان کا اپنا احساس اور اپنے ایمان کی گہرائی فیصلہ کرے گی۔ کتنا یقین آپ کو آخرت پر ہے' کتنا یقین آپ کو اللہ پر ہے' کتنا آپ توکل کریں' کتنا آپ آخرت کے لیے بھیج دیں' اور کتنا اپنے پاس بچا کر رکھیں۔ شریعت نے تو فیصلہ کر دیا ہے کہ زکوٰۃ آپ سے لازماً لے لی جائے گی۔ آگے آپ کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے: فرمایا: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْو﴾ (البقرہ) یعنی "وہ آپؐ سے پوچھتے ہیں اے نبی! کتنا خرچ کریں' کہیے جو بھی تمہاری ضرورت سے زائد ہو خرچ کر دو"۔ بہرحال یہ معاملہ کہ آپ کی ضرورت کتنی ہے' یہ آپ کا اپنا ذاتی تجزیہ ہوگا۔ یہ آپ کے اوپر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس میں سارا معاملہ اپنی ذاتی Comitment' اپنے ایمان' اپنے یقین کے حوالے سے ہوگا۔

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس meidia@tanzeem.org پر بھیجے جاسکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی میر پور کی ماہانہ شب بیداری

تنظیم اسلامی ایک اسلامی انقلابی جماعت ہے جو غلبۂ اسلام کے لیے فکری اور عملی میدان میں کوشاں ہے۔ اسلام کے حرکی تصور کو عوام میں متعارف کرانے کے لیے ہر ماہ دعوتی اجتماعات ہوتے ہیں' نومبر کا یہ پروگرام شب بیداری کی صورت میں منعقد ہوا۔

19 نومبر بروز ہفتہ مغرب سے قبل رفقاء و احباب جامع مسجد دارالسلام جی میں جمع ہوئے۔ نمازِ مغرب کے بعد افتتاحی نشست میں راقم نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور شب بیداری کے اغراض و مقاصد اور آداب کی وضاحت کی۔ راجہ امتیاز عزیز نے حقوق اللہ کے بیان کے لیے سورۂ فاتحہ کے مضامین کو خوبصورت انداز میں بیان کیا۔ بعد ازاں تعارفی پروگرام میں شرکاء نے اپنا تفصیلی تعارف پیش کیا۔ 10 رفقا اور 30 احباب کے تعارف میں نصف گھنٹہ صرف ہوا۔ اِس کے بعد راقم نے فرائض دینی کا جامع تصور وضاحت سے پیش کیا۔

7 بجے نمازِ عشاء ادا کی گئی' کھانا ہوا اور دوسری نشست شروع ہوئی۔ نقیب اسرہ میر پور افتخار احمد نے قرآن و حدیث کی روشنی میں زلزلہ کی حقیقت بیان کی اور اللہ تعالیٰ کا قانونِ عذاب نہایت وضاحت سے اور دلنشین انداز میں بیان کیا۔ چائے کے وقفہ کے بعد میاں فیاض اختر نے اجتماعی مذاکرہ کرایا۔ مذاکرہ کا موضوع تنظیم اسلامی کی ضرورت' قیام کا مقصد اور اُس کا طریق کار تھا' مذاکرہ نہایت کامیاب رہا۔ شرکاء نے اِس میں بڑی دلچسپی لی۔ اِس سے تنظیم اسلامی کی خصوصیات نمایاں ہو کر سامنے آئیں۔ اور شرکاء کی معلومات میں خاصا اضافہ ہوا۔ رات ساڑھے دس بجے پروگرام کا اختتام ہوا اور سونے کا وقفہ ہو گیا۔

اگلی صبح 4 بجے رفقاء و احباب تہجد کے لیے بیدار ہوئے۔ نماز تہجد کے بعد مسنون دعاؤں کا مذاکرہ ہوا اور قرآن حکیم کے ایک حصہ کا اجتماعی مطالعہ کرایا گیا۔ بعد از نماز فجر راقم نے سورۂ توبہ کی آیات 71 تا 72 درس دیا اور 7 بجے درس کا اختتام ہو گیا۔ ناشتہ سے قبل مشاورت ہوئی اور آئندہ شب بیداری کے لیے 31 دسمبر 2005ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔ جملہ شرکاء نئے جذبات لے کر رخصت ہوئے۔ شب بیداری میں حاضری بھرپور تھی اور یہ ایک کامیاب دعوتی پروگرام تھا۔

(مرتب کنندہ: سید محمد آزاد)

دورہ ترجمہ قرآن ساندل بار ہوٹل فیصل آباد کے شرکاء کے تاثرات

ملک کے دیگر علاقوں کی طرح فیصل آباد کے ساندل بار ہوٹل میں بھی دورۂ ترجمہ قرآن ہوا۔ اِس دورۂ کے شرکاء کے تاثرات ملاحظہ کیجیے:

محمد خورشید: قرآن ہماری زندگیوں میں آ جائے تو ہماری آخرت اور دنیوی زندگی دونوں سنور جائیں گے۔

محمد سلیم: قرآن مجید صرف ثواب ہی کے لیے نہیں آیا بلکہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے آیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ بیٹے کی شادی سے پہلے اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے قرآن پاک ترجمے کے ساتھ پڑھنا بہت ضروری ہے۔

شاہ جہاں: ذاتی طور پر قرآن پڑھنے کا شوق ہے۔ ایمان مفصل اور ایمان مجمل کی تفصیل پڑھی ہے کہ ہم نے فرشتوں اور پیغمبر کو آخرت کو نہیں دیکھا لیکن ایسا لگتا ہے کہ ترجمے سے ان آیات کو پڑھنے سے گویا ان سب کا دیدار ہو جاتا ہے۔

یحییٰ صاحب: ہم نے تو صرف ناظرہ قرآن پاک ہی پڑھا تھا۔ اب ترجمہ پڑھا ہے۔ میرے بچے بھی ساتھ تھے۔ ہمیں بہت حیرانگی ہوئی ہے کہ قرآن پاک میں یہ باتیں بھی موجود ہیں۔

محمد ریاض: الحمد للہ ہم مسلمان ہیں' قرآن مجید ثواب کے لیے پڑھتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ہم اسے رہنمائی کے لیے پڑھیں۔

محمد سعید: میں نے کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کی ہے میں گانا سنے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا تھا لیکن اب گانے سننے سے نفرت ہو گئی ہے۔

اسماعیل صاحب: گھنٹہ یا سوا گھنٹے کی بجائے یہاں چار گھنٹے تراویح میں ترجمہ سننے سے پتہ چلا ہے کہ قرآن پاک ہم سے کیا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ترجمے کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اظہر محمود: پہلے بالکل نہیں قرآن کی حقیقت کے بارے میں پتہ تھا اب پتہ چلا ہے۔

عزیز اصغر: گھر میں دورہ ترجمہ قرآن کریں تو بہت آسانی پیدا ہوتی ہے اور گھر کے افراد بھی دین کے کاموں میں مددگار بن جاتے ہیں۔

محمد خالد رضا: ہمیں بچپن سے قرآن پڑھنے اور سیکھنے کا شوق تھا۔ اب مسلسل تین سال سے ڈاکٹر اسرار کو سن رہے ہیں۔

(مرتب: رشید عمر)

حلقہ سرحد شمالی کا تین دن کا دعوتی اور تربیتی پروگرام

حلقہ کے امیر محمد فہیم کے حکم پر بمقام دفتر تنظیم اسلامی بٹ خیلہ 16 ستمبر تا 18 ستمبر منعقد ہوا۔ پروگرام کا ایجنڈا ایک دن قبل ہونے والی مقامی رفقاء کی میٹنگ میں طے ہو گیا تھا۔ نائب ناظم دعوت محمد اشرف وصی صاحب 15 ستمبر کو بٹ خیلہ پہنچ گئے۔ اگلے دن ناظم دعوت رحمت اللہ بٹر صاحب مع حافظ محمد اشرف خصوصی خطابات کے لیے پہنچ گئے۔ اجلاس عام میں پروگرام کے مطابق سیشن کا وقت 8 سے 12 بجے تک تھا۔ تربیتی سیشن ظہر سے عشاء تک بٹ خیلہ اور اس کے ملحقہ علاقوں کی مختلف مساجد میں ہوتا رہا۔ جس کی تفصیلات اس طرح ہے۔

16 ستمبر: تربیتی سیشن میں اشرف وصی صاحب نے عبادت رب کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اور سفید بورڈ کی مدد سے دین اور مذہب کا فرق واضح کیا اور متعلقہ عنوانات کو بھی زیر بحث لائے۔ دونوں مساجد میں سامعین کی تعداد تیرہ تھی۔ اُسی دن بعد ازاں رحمت اللہ بٹر صاحب اور حافظ محمد اشرف صاحب نے جمعہ کا خطبہ بالترتیب جامع اسلامیہ کھر اور عثمان ذوالنورین مسجد بٹ خیلہ میں دیا۔ دونوں مساجد میں سامعین کی تعداد تقریباً 150 تھی۔ حافظ محمد اشرف نے فرائض دین کے عنوان پر اور رحمت اللہ بٹر صاحب نے منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر خطاب کیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد رحمت اللہ بٹر صاحب نے سوال و جواب کی نشست منعقد کی۔ عصر' مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد بٹ خیلہ کی مختلف مساجد میں تین پروگرام منعقد کیے گئے۔ ان اجتماعات سے دو رفقاء نے خطاب کیا' جو باجوڑ سے آئے تھے۔ ایک نام حضرت نبی محسن تھا جبکہ دوسرے کا نام گل محمد تھا۔ ان پروگراموں میں تقریباً 60,50 حضرات نے شرکت کی۔

17 ستمبر: تربیتی پروگرام اشرف وصی صاحب نے تنظیم اسلامی کے دفتر واقع بٹ خیلہ میں ترتیب دیا۔ عنوان تھا: عبادت رب۔ ایک رفیق مسٹر مجید اللہ ایڈووکیٹ کی تجویز پر بٹ خیلہ کی ڈسٹرکٹ کونسل میں ایک دعوتی پروگرام ترتیب دیا گیا۔ اس اجلاس کے مقرر حافظ محمد اشرف تھے۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح ہم موجودہ بدعنوانی کے نظام کو بدل سکتے ہیں۔ اس نظام کو بدلنے کے لیے انہوں نے قرآن مجید سے تمام ممکن ذرائع کا ذکر کیا۔ انہوں نے مسلمانوں پر توحید کے تقاضوں کا ذکر کیا اور ان فرائض کو بھی زیر بحث لائے جو اجتماعی زندگی میں معاشیات اور سیاست سے متعلق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ زندگی کا ہر شعبہ دوئی کا شکار ہے جو کہ مکمل طور پر نظریہ توحید کے خلاف ہے۔ ہم انفرادی طور پر نظام نہیں بدل سکتے ہیں اور نہ مسلح طاقت کے بل بوتے پر ایسا کر سکتے ہیں بلکہ اس مقصد کے حصول کے لیے ایک

منظم جماعت کے ذریعے دعوت کی ضرورت ہے۔ پروگرام کے آخر میں سوال و جواب کا موقعہ دیا گیا جس میں حاضرین نے سوالات کیے مثلاً انقلاب ایران اسلامی تھا یا نہ۔ سود کی حرمت' تمام مذہبی جماعتوں کا اتحاد ملک کے اندر کیوں ناممکن ہے۔ موجودہ صورتِ حال میں نظام خلافت کا قیام کیسے ممکن ہے۔

بٹ خیلہ کی مختلف مساجد میں ظہر سے عشاء تک دعوتی پروگرام ترتیب دیئے گئے۔ جن عنوانات پر لیکچر دیئے گئے ان میں مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق۔ اور مسلمانوں سے دین اسلام کیا مطالبہ کرتا ہے وغیرہ شامل تھے۔

4 بجے رفقاء نزدیکی گاؤں الہ آباد گئے۔ جہاں مقامی رفقاء نے اڈا مسجد میں اجلاس عام کا انتظام کیا۔ جہاں پروفیسر محمد اشرف نے فکرِ آخرت پر خطاب کیا۔ وہاں مکتبہ بھی لگایا گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد اشرف وصی نے مسجد خالد بن ولید میں توحید عملی پر مفصل خطاب کیا۔ حاضرین کی تعداد 60,50 تھی۔ پروگرام کے آخر میں کھانا دیا گیا۔ رفقاء 10 بجے واپس بٹ خیلہ چلے گئے۔ اگلی صبح 18 ستمبر کو تمام رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

(رپورٹ: عامر نواز خان)

حلقہ پنجاب شمالی ماہ اکتوبر میں ہونے والے دعوتی پروگرام

2 اکتوبر عاملہ حلقہ پنجاب شمالی کا ماہانہ اجلاس دفتر حلقہ میں صبح ساڑھے نو بجے ہوا۔ اس کے بعد ہمدرد ہال میں بعد نماز مغرب امیر محترم کا خطاب ہوا۔ اس خطاب کا موضوع رمضان المبارک کے حوالے سے "استقبال رمضان" تھا۔ لگ بھگ 300 کے قریب رفقاء واحباب نے شرکت کی۔

4 اکتوبر: دیوان مسجد میں سورۃ الفاتحہ کے درس سے دورہ ترجمہ القرآن کا آغاز ہو گیا۔ رفقاء اور احباب سمیت 40 کے قریب حاضری تھی۔

5 اکتوبر: دیوان مسجد میں دورہ ترجمۃ القرآن کا باقاعدہ آغاز ہوگیا۔

8 اکتوبر: حلقہ پنجاب شمالی اور آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد میں ہولناک زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے تمام تنظیمی کارروائیوں کو موقوف کر کے زلزلہ زدگان کے لیے قائم کردہ فنڈ کے لیے کام شروع کر دیا۔ راقم فوری طور پر بیروٹ چلا گیا۔ دو بیس کیمپ بنائے گئے۔ دفتر حلقہ کو گودام میں بدل دیا گیا جبکہ بیروٹ کو distribution بنا دیا گیا۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب ناظم اعلیٰ صاحب کے ساتھ آئے۔

29 اکتوبر: گلزار قائد میں جاری دورۂ ترجمۃ القرآن کا پروگرام 25 ویں شب کو اختتام پذیر ہوا۔ اس کے افتتاحی تقریب سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر صاحب نے خطاب کیا۔

30 اکتوبر: دیوان مسجد F-10 مرکز میں جاری دورۂ ترجمۃ القرآن جو کہ راقم کی بجائے نیاز عباسی صاحب کروا رہے تھے۔ اس کی اختتامی تقریب سے بانی محترم ڈاکٹر صاحب نے خطاب کیا۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کے رہائشی خاندان کو بیٹی' عمر 24 سال' تعلیم بی۔ اے الھدیٰ کورس پاس کے لیے دینی رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 0300-8074101

☆ لاہور کے رہائشی رفیق تنظیم' عمر 31 سال' اعلیٰ تعلیم یافتہ' برسرروزگار کو عقد ثانی کے لیے تعلیم یافتہ' ترجیحاً دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: محبوب الحق عاجز: 042-5861501
Mob: 0301-4576107

بقیہ: اداریہ

جنرل صاحب آپ کا تعلق سادات خاندان سے ہے۔ اِس جنسی درندگی کے خلاف جنگ میں آپ کو سب سے آگے ہونا چاہیے تھا۔ امتِ مسلمہ کے قائد ﷺ نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے انسانی غلامی کی زنجیریں کاٹ دی تھیں' کالے اور گورے' عربی اور عجمی کا فرق مٹا دیا تھا' لیکن آج کی روشن خیال تہذیب یہ فرق اب بھی نہ مٹا سکی۔ چنانچہ کالے اگر سیلاب کی زد میں آئیں تو امریکی حکومت اُن کے ڈوبنے سے پہلے متحرک نہیں ہوتی۔

جنرل صاحب! آپ کی اِس محبوب تہذیب کی کون کون سی صفات گنوائیں' جس نے معاشی سطح پر سود کی لعنت کو چار سو پھیلا دیا ہے اور انسانوں کو اس میں یوں جکڑ دیا ہے کہ دنیا جہنم کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ البتہ جس طرح باطل اپنے قیام کے لیے حق کے سہارے کا محتاج ہوتا ہے' اسی طرح شر میں سے بھی کوئی نہ کوئی خیر برآمد ہو ہی جاتا ہے۔ اِس روشن خیال تہذیب نے اپنے ممالک میں آئین اور قانون کی بالادستی قائم کی ہے۔ اپنے عوام کو حکمرانوں کے انتخاب کا پورا حق دیا ہے اور افراد کی بجائے اداروں کو مستحکم کیا ہے۔ ہمارا معاشرہ اگر تاریک خیال ہے تو اِس حوالہ سے ہے۔ آئے روز آئین بھاری بوٹوں تلے مسل دیا جاتا ہے۔ حکمرانوں کی زبان سے نکلا ہوا ہر حرف قانون بن جاتا ہے۔ ادارے غیر مستحکم ہی نہیں معدوم ہو چکے ہیں۔ ہر نیا حاکم نیا نظام لاتا ہے جو اُس کے ساتھ ہی دفن ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ عوامی خزانے کو شیر مادر کی طرح ہضم کر جاتا ہے۔ صرف اِن حوالوں سے ہمیں خود احتسابی کی ضرورت ہے' دیگر تمام پہلوؤں سے مغربی تہذیب زمین کے پیٹ اور سمندر کی تہہ سے تاریک تر ہے۔ صدر صاحب! یہ نہ بھولیے کہ تاریخ میں ایک پرویز نے حضور ﷺ کا نامہ مبارک چاک کیا تھا تو اللہ نے اُس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ شرفِ انسانیت صرف اللہ کے پسندیدہ دین کے نفاذ میں مضمر ہے' لہٰذا آپ پرویز نہیں' مشرف بنیں۔

❁❁❁

افغانی کا خواب......ایک اقتباس

یہ سن 2015ء ہے۔ شدت پسند evenglical دہشت گردوں کے ساتھ ایک معمول کی جھڑپ کے بعد افغان لبریشن آرمی کے دستوں نے واشنگٹن ڈی سی کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ امریکہ کے تمام بڑے شہروں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ بنیاد پرستوں نے وائٹ ہاؤس کے قریب ایک چرچ میں پناہ لے رکھی ہے' ان کے کمانڈر نے "ہتھیار ڈالنے کی بجائے لڑمرنے" کا عزم ظاہر کیا ہے۔ افغان صدر نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ دنیا میں جمہوری نظام کے قیام کا فرض اللہ کے حکم سے ادا کر رہے ہیں۔ "قریب قریب آزاد" واشنگٹن میں ایک نیوز کانفرنس کے دوران صدر نے یقین ظاہر کیا ہے کہ "بدمعاشوں کے سرغنہ کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیں گے۔"

امید ہے کہ عنقریب افغان لبریشن فورسز دہشت گردوں کا نیٹ ورک توڑ کر axis of evil (بدی کا محور) تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔

(The Post, Vista, November 29,2005)

(از: سردار اعوان)

مصری حکومت کی دھاندلی

مصر میں پارلیمانی انتخابات کے آخری مرحلے میں مصری حکومت نے وسیع پیمانے پر دھاندلی کی اور اخوان المسلمین کے ووٹروں کو ووٹ ڈالنے سے روک دیا۔ اسی لیے آخری مرحلے میں اخوان کا کوئی امیدوار کامیاب نہیں ہو سکا۔ بہر حال اخوانیوں نے پارلیمانی انتخابات میں 76 نشستیں جیت لی ہیں اور یہ کامیابی معمولی نہیں۔ اب وہ 2011ء کے صدارتی انتخابات میں اپنا امیدوار کھڑا کرنے کی مجاز ہوگئی۔

متحدہ عرب امارات میں انتخابات

خلیج کے علاقے میں متحدہ عرب امارات واحد ملک ہے جہاں کوئی انتخابی ادارہ نہیں مگر اب وہاں بھی ''بدلتے حالات'' کے مطابق مشاورتی کونسل کے آدھے ارکان کا چناؤ رائے شماری کے ذریعے ہوگا۔ اس بات کا اعلان امارات کے قومی دن کے موقع پر مشاورتی کونسل کے سربراہ، شیخ خلیفہ بن زید النہیان نے کیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ جمہوریت امارات میں کیسے بال و پر لاتی ہے۔

کوسووا میں امریکی جیل

کونسل آف یورپ نے انکشاف کیا ہے کہ امریکا نے یورپ کے مسلمان علاقے، کوسووا میں گوانتاناموجیسی ایک جیل قائم کر رکھی ہے۔ یہ جیل وہاں موجود امریکی فوجی اڈے، کیمپ بونڈسٹیل میں واقع ہے۔ اطلاعات کے مطابق اس جیل میں مسلمان قیدیوں کو رکھا گیا ہے۔

عراق نہیں چھوڑنا

امریکا کے صدر بش نے ایک بار پھر عراق سے امریکی فوج کی واپسی کے سلسلے میں ٹائم ٹیبل دینے سے انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ بقول اُن کے ٹائم ٹیبل دینے سے ان کے دشمنوں کو یہ غلط پیغام ملے گا کہ ''امریکا کمزور ملک ہے''۔

امریکا میں اب لوگوں کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ امریکی فوج کو عراق سے واپس آجانا چاہیے۔ اطلاعات کے مطابق اب تک 2200 فوجی اپنی جان گنوا چکے ہیں۔ سولہ ہزار شدید زخمی ہوئے، صدر بش کے ''فرمان'' سے کچھ عرصہ قبل عرب لیگ کی درخواست پر عراق کی تمام سیاسی جماعتوں اور اتحادوں کے سربراہان اور نمائندوں نے ایک کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ اس میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ ہوا کہ امریکا کو اب فوج کی واپسی کا ٹائم ٹیبل دے دینا چاہیے۔ اس کانفرنس میں عراق کے صدر جلال طالبانی بھی موجود تھے۔ انھوں نے یہ کہہ کر یقیناً امریکا کو حیران کر دیا ہوگا کہ عراقی عوام کو مزاحمت کرنے کا ''قانونی حق'' حاصل ہے۔ اگر بش انتظامیہ نے واپسی کا ٹائم ٹیبل جلد نہ دیا، تو عراق میں جاری مزاحمت تیز سے تیز تر ہو جائے گی۔ نتیجتاً زیادہ حملے ہوں گے، زیادہ شہری مارے جائیں گے اور مزید امریکی فوجی مریں گے۔

امریکی فوج اگر چلی بھی گئی، تو ایک اور مسئلہ سامنے آئے گا۔ عراقیوں کو علم ہوگا کہ نیا عراقی سکیورٹی سیٹ اپ امریکیوں نے تیار کیا ہے، اس لیے وہ اپنی فوج اور پولیس پر اعتماد نہیں کریں گے۔ عراق کے مسائل سے نمٹنے کا واحد حل یہ ہے کہ وہاں اقوام متحدہ کی امن فوج تعینات کر دی جائے جس کی نگرانی میں پارلیمانی انتخابات ہوں۔ اس طرح جو نئی حکومت بنے گی شاید وہ عراق کو تقسیم ہونے سے بچا سکے۔

ایرانی نگہبان کونسل کی منظوری

ایران کی پارلیمنٹ نے پچھلے ماہ یہ قانون منظور کیا تھا کہ اگر بین الاقوامی ایٹمی توانائی ادارے نے ایران کے ایٹمی منصوبے کا معاملہ اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کو بھجوایا، تو یورینیم کی افزودگی کا کام پھر سے شروع کر دیا جائے گا۔ اب ایران میں آئین کی رکھوالی کرنے والے ادارے، نگہبان کونسل نے بھی اس قانون کو منظور کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ پارلیمان کا بنایا ہوا قانون تب ہی عملی جامہ پہن سکتا ہے جب اُسے نگہبان کونسل منظور کر دے۔ اُدھر اسرائیل نے پھر ایران پر حملہ کرنے کی دھمکی دی ہے۔ امریکا نے بھی اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ ایران پر پابندیاں لگائی جائیں۔ دنیا میں بظاہر امن کے ٹھیکے دار مگر حقیقت میں دہشت گردی کے چیمپئن یہ دونوں ملک چاہتے ہیں کہ ایرانی ایٹمی منصوبہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچے۔ ایرانی حکومت بارہا کہہ چکی ہے کہ وہ صرف بجلی پیدا کرنے کے لیے یہ منصوبہ بنا رہی ہے۔ بالفرض اگر وہ ایٹم بم بنا بھی لے، تو اس میں برائی کیا ہے؟ کیا امریکا اور اسرائیل، دونوں کے پاس ایٹم بم نہیں ہیں؟

مائیکل جیکسن کا قبول اسلام

اخباری اطلاعات کے مطابق امریکا کے مشہور گلوکار مائیکل جیکسن نے اسلام قبول کر لیا ہے تاہم اب تک اس خبر کو خفیہ رکھا گیا ہے۔ یاد رہے کہ موصوف آج کل بحرین میں رہائش پذیر ہیں۔ ان خبروں کی اشاعت کے بعد امریکی پولیس نے جیکسن پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ منشیات استعمال کرتے ہیں کیونکہ ان کے ایک زیر جامہ سے کوکین کے ذرات برآمد ہوئے ہیں۔ اخباری خبر میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ پولیس کو مائیکل جیکسن کا زیر جامہ کس طرح ہاتھ آیا۔

جنگ بندی کا معاہدہ

فلسطین کی تنظیم، حماس نے اسرائیل کے ساتھ جنگ بندی کے معاہدے کی تجدید کرنے اور غیر مسلح ہونے سے انکار کر دیا۔ حماس کے رہنما خالد مشعل نے ایک بیان میں کہا ہے کہ سال کے ختم ہوتے ہی جنگ بندی کا معاہدہ ختم ہو جائے گا کیونکہ اسرائیل نے بارہا اس معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔

قازقستان کے صدارتی انتخابات

قازقستان کے صدارتی انتخابات میں غیر سرکاری نتائج کے مطابق موجودہ صدر نور سلطان نذر بایوف بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئے۔ اے ایف پی کے مطابق انہیں انتخابات میں 85 فیصد ووٹ ملے جبکہ ان کے مخالف حزب اختلاف کے رہنما زرما خان لگا تو یا کو 9 فیصد ووٹ ملے۔ دریں اثناء حزب اختلاف نے صدر پر دھاندلی کا الزام عائد کیا ہے۔

behind the seemingly minor issues such as a favorite candidate's withdrawing himself from the presidential race with Karzai. Tomorrow it would be hard to ask the Americans to share consequences of the arrogance of its leaders. Rumsfeld seems flushed with joy when he says the US moves have proved wrong all predictions about "catastrophe, quagmire and doom: That the mountains would be too daunting: that the population was suspicious of foreigners; that no war plan could prevail over what was called 'an elusive and hydra-headed foe'."[7]

All he is trying to say is that it was a cakewalk for the Americans. May be it was for them, but not for the thousands of Afghans butchered by the US bombing and the remaining thousands suffering in the concentration camps around the country, and particularly for those who have to suffer consequences of the sham initiatives in the years to come.

The most basic factor that makes future turmoil for the region most certain is not the use of US bombs but dollars; not the oppression but the bribery. What the US buys with dollars will fall with dollar. The purchasing trend, which Bob Woodward described in his book, Bush at War, continues till this day. Woodward pointed out that the CIA agents spread out among the Afghan warlords with suitcases stuffed full of dollars, amounting in all to $45 million. A major warlord might get $1 million, a minor one $50,000. The favorite's candidate's withdrawing from race, and the so far unknown individuals' running for elections is the result of showering dollars.

The apparent "most demonstrable sign of progress," in Afghanistan would tumble down because the opportunists on the scene and the rest of the collaborators behind the scene are only dollars-motivated allies. Minus the US military and economic power, the lies from Rumsfeld ¾ such as "there exists no conflict between Western values and Muslim values. What exists is a conflict within the Muslim faith — between majorities in every country who desire freedom, and a lethal minority intent on denying freedom to others and re-establishing a caliphate" ¾ are not going to keep the country and South Asia in peace for too long. Bush also said in a subsequent speech 6 days later that his aim is not to let terrorists establish an "Islamic Empire." After lying through their teeth about WMD in Iraq, the same Khilafah mantra is now propagated to justify the present and future occupations. The question, nevertheless, is: for how long? While analysts are stuck in analyzing minor details of elections in Afghanistan or day to day operations of the US forces on the ground, eyes of Bush and company are focused on broader ideological conflict. Keeping their phobia with pan-Islamic unity in mind, one can easily understand that continuing these occupations is an indefinite process for them. Realistically speaking, occupations would last until their adventures lead to greater unrest in the occupied regions: Middle East and South Asia. In this regard, signs of the emergence of a Pushtoon triangle in South Asia are visible on the pattern of the "Sunni Triangle" in Iraq.

Notes

[1] Ronald E. Neumann, U.S. Ambassador to Afghanistan, Via Teleconference Call from Kabul, Afghanistan, Washington, DC, September 19, 2005

[2] "Afghanistan: eight years of Soviet occupation," a report prepared by Craig Karp, Afghanistan analyst, with the assistance of other analysts in the Bureau of Intelligence and Research and Department officials. http://www.findarticles.com/p/articles/mi_m1079/is_n2132_v88/ai_6536321

[3] Ibid. Craig Karp report.

[4] Ibid. Craig Karp report.

[5] "US has come to stay, Powell tells Afghans: South Waziristan operation praised," Dawn Report, March 18, 2004.

[6] Jim Lobe, "Elections May Be Less Than Free," IPS. September 16, 2005

[7] Donald Rumsfeld, "Afghanistan elections bode well for Iraq," Sun Times, September 30, 2005. http://www.suntimes.com/output/otherviews/cst-edt-ref30.html

(Continue)

فلک سیر (ٹورسٹ)

ریزورٹ سا گرّ ریسٹورنٹ

ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور

پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے'

روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے

قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن'

جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.45

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Emergence of a Pushtoon Triangle in South Asia (I)

We are told that the impact of the elections in Afghanistan would be "powerful and slow."[1] That is right. What is missing is the nature of the impact on different people and regions outside Afghanistan. Similarly, we are told that elections will turn Afghanistan into a "stable state," with a "deeply rooted" government without explaining that the premise on which these assumptions are made is that the Kabul regime is legitimate in everyone's view and while it deals with the "problem of terrorism" all other factors will remain constant.

The seeming ease with which referendums and elections are being held by the occupation forces is neither an indicator of ultimate success, nor democracy. Things can never be 100 percent perfect. However, even if the elections in Afghanistan went 100 percent according to the plan, still the only positive result is that it gave some fodder for rhetoric to the occupiers. They can now tell the world that there is an elected government in place, thinking no one bothers to think about its long term consequences for the region.

The issue of continued occupation and legitimacy of the regime in Kabul come before everything else, because it is leading to the emergence of Pushtoon triangle in South Asia, which will play a key role in future turmoil in the region. Before discussing the Pushtoon triangle, we need to tackle the issue of legitimacy.

Although disregarded by the world at large, the factor of legitimacy provides a foundation that helps us assess if further development on that foundation would be long lasting or lead to death and destruction.

Irrespective of the various stages from dropping two CIA-operatives in Afghanistan in 2001, to the sham consultations and selection of the left-over operative at Bonn Conference, to the farce of Loya Jirga for extending his rule and finally to the rigged elections for his final confirmation as the president of an occupied country the regime in Afghanistan remains illegitimate as per the US past practice and approach to this issue.

There are several US and UN official reports, which on their reading present stark similarity between the US and Soviet occupation of Afghanistan at this stage. What was considered as illegitimate then is presented as legitimate now.

The US has now occupied Afghanistan for almost half the period of Soviet occupation (1979-1988). The official description of resistance against Soviet occupation was somewhat presented like this:

...Mujahidin military capabilities grew in many ways--better cooperation and air defense meant that many areas of the country were effectively free of Soviet/regime control. Mujahidin morale is at an all-time high...In many ways 1987 can be described as the year of the mujahidin.[2]

What is nihilism today was described in official reports as "spectacular destruction." Attacks on cities and civilians were encouraged and fully assisted. Under the headline "The War of the Cities," the report says:

The Soviets and the regime increased their emphasis on urban security in 1987. As a result, mujahidin penetration and operations in major urban centres became more difficult and less frequent. The Soviets improved defensive belts around the cities, and resistance rocket attacks had to be made from greater distances. .. The sights, sounds, and casualties from nearby combat served to curb any increased sense of urban security.[3]

The language used for the Soviet installed regime was totally different than what we hear about Karzai's regime today. PDPA was called "Moscow's chosen instrument of rule." The then assembly and constitution were called, "an illegitimate, party-packed assembly." All diplomatic initiatives of the Afghan government were rejected, asserting, "there is no solution to the Afghan issue short of Soviet withdrawal." The report admits: "In February [1987], Najib offered to meet opposition representatives in a neutral setting — recognizing their status as equals. Kabul's offer to negotiate remains, but the resistance insists on talking to the Soviets rather than the "puppet regime."[4]

The US rejected even when by mid-winter 1987, Najib had offered to accept an undefined role for former king Zahir Shah. On July 14, 1987, Najeeb offered specific posts to the opposition, including more than a dozen cabinet seats and the posts of vice president and prime minister and deputy prime minister. After a meeting with Gorbachev, Najib said that he would give up not only his position but his life, if he personally became an obstacle to peace. But nothing was acceptable because his government was considered as an illegitimate "regime" established by the occupation forces.

History books are replete with evidence to show that no attempt at reconciliation, peace or stability was accepted by the US, its allies and even the UN as long as the regime in Kabul was considered affiliated with the occupation forces.

Fast forward to October 2005, four years have gone past the US occupation, which equals to almost half time of the Soviet occupation and total life-span of the Taliban government. But, there are no signs of US withdrawal. Powell expressed the US intentions to stay in Afghanistan indefinitely in these words: "The United States is in this for the long haul. They [the Afghans] don't have to hope we will be here. We will be here."[5]

What is sold to the world as a process towards democratization of Afghanistan remains a disaster. The recent elections to the parliament were full of fraud. Warlords forcefully included inflated numbers of nonexistent voters for their bid to secure a seat at the national assembly. Consequently, murderers, thieves and known criminals that are allies of the United States secured their way into the concocted 'national assembly'.[6]

We would not zoom in on the fraud factor of what is going on the ground, such as banning political parties to prevent any real opposition to the American run government. In this situation all that one gets for opposition is a disorganized chaos among the opportunists, unable to agree on anything. What we need to focus on is the consequences of what we witness in Afghanistan today.

Today, it is easy to ignore the facts